زنبیل عمر

حضرت صاحبزادہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ بیربلوی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زنبیلِ عمر

Marfat.com

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو
دست بکشا جانبِ زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

ہم آپ کی گلی میں مفلس بن کر حاضر ہوئے ہیں
اللہ کیلئے ہمیں اپنے جمالِ جہاں آرا سے مشرف فرمایئے
ہماری زنبیل (کشکول) کی طرف دستِ عطا بڑھایئے
آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو
(خواجہ بہاؤالدین نقشبند)

Marfat.com

زنبیلِ عمر

ذخیرہ
5667

ایک صاحبِ حال اہلِ قلم کے فکری و ادبی مضامین و شذرات
کا حسین گلدستہ، ادبِ عالیہ کا مرقع اور افکارِ ابکار کا شاہکار

حضرت صاحبزادہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ بیربلوی

ادارۂ تصوف بیربل شریف (ضلع سرگودھا)

Marfat.com

اشاعت ۱۴۲۷ھ
اوّل ۲۰۰۶ء
تعداد ۵۰۰

تحقیق و مطالعہ

ڈاکٹر محمد طفیل سالک
سابق صدر شعبۂ فلسفہ
گورنمنٹ کالج لاہور

Marfat.com

ترتیب

صاحب تصنیف	7
پیش لفظ	11
تعارف	19
عرض حال	25
غرض تالیف	26
ھوالظاہر ھوالباطن	27
محمد رسول اللہ ﷺ	29
منصب خلافت	33
استحقاق خلافت	35
روح کے نئے عوارض	43
آہ! حیف تیرے نادانی	45
نفس کی چکی	46
ترتیل اور تدبر	47
لوح دل	48
بے چینیٔ دل	49
انعکاس	50
خود کردہ را علاجے نیست	52
حسن	54
غرض حیات	57
شمع دل	60
جوش دل	63
آبِ حیات	65
لباس عریانی	66
عقل	68
خیالی روڑے	71
الجنس مع الجنس	72
نظر دل فریب	73
محبت	75
عبرت	77
نگاہِ نیاز	78
عرشوں لتھیاں چار کتاباں	79
قید کا خوف	83
متاع دل کی حفاظت	84
خیالات کی بیڑیاں	85
آزادی	86
عسر اور یسر	87
مماثلت	90
صاحب نظر و صاحب دل	92

Marfat.com

مرید کون ہے	94	نسبت معکوسی کے نظارے	106
نشان قیامت	95	انسان کے تعلقات قمری	109
عرس کی فلاسفی	96	حیثیت کی ماہیت اور حقیقت	111
کشتۂ انسانی	97	نبض شناسی کا الٹا طریقہ	113
روشنی	99	فقر و فقیری	121
نما الاعمال بالنیات	100	حیا سوز منظر	133
لذت	102	خلاصہ	138
تصور شیخ	102	عید کی باسی کھیر	140
ظاہر اور باطن	103	گراں بحکمت ارزاں بعلت	143
تلازم	104	ہماری مولویت فرنگی لباس میں	147

﴿جواہر ریزے﴾

مذہب: مذہب سراسر اطمینان ہے کیونکہ اس کا مقصد معین ہے اور اس کے وسائل اور راستے واضح اور روشن ہیں۔ اور یہ مرنے کے بعد ایک درخشاں زندگی کا تصور پیش کرتا ہے۔

اسلام: زندگی جدوجہد کا نام ہے۔ ایک جدوجہد مادی اور دوسری جدوجہد روحانی۔ دونوں کی وسعت بے پایاں ہے اور دونوں کو اکٹھے کرنے کا نام اسلام ہے۔

حقیقت اسلام: توحید کے جامے میں رسالت کو اور رسالت کے جامے میں توحید کو جب تک کوئی نہ دیکھے وہ حقیقت اسلام سے بے خبر ہے۔

فقر و تصوف: سکون قلب بڑی دولت ہے۔ لیکن یہ نعمت بادشاہ کو اپنی وسیع سلطنت کے باوجود نصیب نہیں ہوتی اور ایک فقیر کو جھونپڑی میں نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ لازوال زندگی اللہ کی یاد سے حاصل ہوتی ہے۔ ﴿ترجمان حقیقت﴾

Marfat.com

صاحبِ تصنیف

قطب عالم محبوب الٰہی ترجمان حقیقت حضرت اقدس خواجہ صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ جہاں ایک جید عالم دین، صاحب طرز ادیب، بلند پایہ محقق، عدیم النظیر مفسر اور باکمال فقیہ تھے وہاں ایک عظیم المرتبت ولی اللہ اور محترم المقام شیخ طریقت بھی تھے۔ ہزارہا بندگان خدا نے آپ کے آستانہ عالیہ پر زانوئے عقیدت تہہ کیا اور آپ کے فیضان علمی وعرفانی سے بہرہ یاب ہوئے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب مشائخ پنجاب کے معروف ومحترم گھرانے بیربل شریف ضلع شاہ پور (اب سرگودھا) میں ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت ثانی خواجہ احمد سعید اور جدامجد حضرت اعلیٰ خواجہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہما علم وعرفان کے آفتاب وماہتاب تھے جن سے بے شمار مخلوقِ خدا نے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔ حضرت کی ابتدائی تربیت انہی کی آغوشِ عاطفت میں ہوئی۔ حفظ کلام اللہ اور شرح ملا جامی تک درس نظامی کا مروجہ نصاب بھی اپنے گھر پر ہی مکمل کیا۔ آپ کی عمر سولہ برس کی تھی جب خواجہ غلام مرتضیٰ کا وصال ہوا۔ دادا صاحب کے وصال کے بعد آپ لاہور چلے آئے اور علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ کی تحصیل

Marfat.com

و تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ قیام لاہور کے دوران ہی آپ نے السنہ شرقیہ کے امتحانات اعزاز کے ساتھ پاس کئے، انگریزی پڑھی اور سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں تربیت بھی حاصل کی۔

علم کی پیاس آپ کو کشاں کشاں دہلی لے گئی اور وہاں اردو کے مشہور منطقی اور ادیب مولوی نذیر احمد سے استفادہ علمی کا سلسلہ قائم رہا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی اور مفتی کفایت اللہ محدث سہارنپوری خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے علمی زندگی کا آغاز تدریس سے کیا اور کچھ عرصہ تک اسلامیہ کالج پشاور میں پروفیسر السنہ شرقیہ رہے۔ والد صاحب کا وصال ہو گیا تو مجبوراً ملازمت ترک کرنا پڑی اور خاندانی عقیدت مندوں اور نیاز مندوں کے اصرار پر گھر تشریف لا کر خانقاہ مرتضویہ کی سجادہ نشینی کی ذمہ داری قبول کی۔

ایک عظیم خانقاہ کے سجادہ نشین ہونے کے ناطے روزانہ بیسیوں زائرین و معتقدین خدمت میں حاضر ہوتے، نذر نذرانے پیش کرتے، دم دعا کراتے اور فیض ظاہری و باطنی حاصل کرتے۔ خاندانی روایات کے مطابق بیعت کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا تھا اور بزرگوں کے مخلصین کے ہاں بھی آنے جانے لگے تھے لیکن عزم کی بلندی اور ہمت کی جولانی نے آپ کو اس پر قانع نہ رہنے دیا اور آپ میں باطنی ورثہ سے محرومی کا احساس دن بدن بڑھنے لگا۔ حتیٰ کہ آپ مرشد کامل کی تلاش میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی روحانی خودنوشت ''انقلاب الحقیقت'' میں لکھا ہے کہ مرشد کامل کی تلاش کے دوران ان کے سامنے اپنے جدامجد خواجہ غلام مرتضیٰ کی صورت و سیرت کا نقشہ تھا اور وہ ایک ایسے ہی عارف کامل اور

Marfat.com

اہل دل کی تلاش میں تھے۔ بالآخر سرہند شریف میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کے عرس مبارک سے واپسی پر امرتسر میں مشہور عالم دین مولانا محمد عالم آسی کے ہاں قیام کیا۔ مولانا ہی کے مشورے سے شرقپور شریف میں حضرت میاں شیر محمد صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ میاں صاحب کی ایک ہی نگاہ نے آپ کو جذبہ سے فنا تک پہنچادیا اور پہلی ملاقات میں ہی اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ ان کے ساتھ ہی آپ کو ہر قسم کی تربیت علمی وعملی وروحانی اور جلالی وجمالی سے بہرہ ور فرمایا اور توجہات خاصہ سے نواز کر انتہائی قلیل عرصے میں مقامات سلوک طے کروائے جن کی مکمل تفصیل حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی روحانی سرگزشت ''انقلاب الحقیقت'' میں انتہائی خوبصورتی اور جامعیت سے بیان کردی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

''انقلاب الحقیقت'' کے علاوہ بھی آپ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ جس میں دین اور روح دین (تصوف) کے بنیادی مسائل اور حقائق کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی روحانی واردات وکیفیات کو بھی بے کم وکاست انداز میں بیان کیا ہے۔ وطن عزیز کے مایۂ ناز استاد، نامور محقق اور ممتاز دانشور ڈاکٹر ملک عبدالغنی مرحوم نے بجا طور پر لکھا ہے کہ ''اخلاقِ عالیہ، کمالات روحانی، تفقہ فی الدین، ادراک اسراتِ توحید اور بیان اسرارِ معرفت میں آپ آئمہ تصوف کی بہترین یادگار تھے۔ ان کی ایک ایک بات نظر افروز تھی اور ایک ایک لفظ روح پرور۔''

بلاشبہ حضرت صاحبزادہ صاحب علمی وروحانی اور فکری وادبی طور پر بہت ہی بلند پایہ پر سرفراز تھے اور اجتہادی بصیرت کے حامل تھے۔ آپ کو صحیح معنوں میں دور

Marfat.com

حاضر کا ممتاز ترین صوفی مفکر اور دانشور کہا جا سکتا ہے۔ آپ تصوف کو روح دین اور جانِ اسلام قرار دیتے تھے اور بعض معاصر اسلامی تحریکوں کی طرف سے شکوک و شبہات اور اعتراضات کے جو وار تصوف پر کئے جا رہے تھے ان کو اسلام کے تابناک مستقبل کے لئے انتہائی خطرناک سمجھتے تھے۔ اس لئے ان کے تدارک کے لئے اور تصوف کی حمایت و دفاع کے لئے آپ نے جدوجہد شروع کی اور اس کے لئے ادارۂ تصوف کی داغ بیل رکھی اور رسالہ ''سلسبیل'' کا اجراء کیا۔ آپ کی تصانیف میں ''انقلاب الحقیقت'' کے علاوہ ''قرآنی نظریہ حیات'' اور ''طریقت کی حقیقت'' جن کا مجموعہ ''قرآنی حقائق'' کے نام سے چھپ چکا ہے، ''صراط مستقیم''، ''سلوک و مقصد سلوک''، ''توحید'' اور ''زنبیل عمر'' (زیر نظر کتاب) شامل ہیں۔ آپ کے بلند پایہ مقالات کا مجموعہ بھی ''حقائق معارف'' کے نام سے چھپ چکا ہے جو راقم الحروف نے ترتیب دیا ہے اور آپ کے مکتوبات کا ایک مجموعہ ''انوار و تجلیات'' کے نام سے زیر ترتیب ہے جو انشاء اللہ عنقریب منظر عام پر آ رہا ہے۔

اپنا مشن بخیر و خوبی سرانجام دینے کے بعد علم و معرفت کا یہ آفتاب درخشاں ۱۹ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ /۲۶ اگست ۱۹۶۷ء کو ہمیشہ کے لئے ہماری نظروں سے روپوش ہو گیا۔ اور بالآخر سرزمین بیربل شریف جو کہ نصف صدی تک اس آفتاب ولایت کی ضیا پاشیوں سے منور رہی اور جہاں سے رشد و ہدایت کی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیلیں، ابدی مرکز انوار و تجلیات بنی۔

رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

Marfat.com

پیش لفظ

ترجمان حقیقت حضرت اقدس صاحبزادہ محمد عمر بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فکری وادبی سرمایہ میں ''زنبیل عمر'' کو نقش اولین کی حیثیت حاصل ہے۔ ''زنبیل'' کے اکثر مضامین مرشد طریقت حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری سے بہت پہلے جب کہ آپ اسلامیہ کالج پشاور میں پروفیسر تھے (۱۹۱۱-۱۹۱۹ء کے دوران) تحریر کئے گئے۔ تاہم کچھ مضامین ایسے بھی ہیں جو کالج کی ملازمت سے سبکدوشی اور سجادہ نشینی کے ابتدائی دور میں لکھے گئے اور کم از کم ایک مضمون ایسا بھی ہے جو مرشد کریم کے دامن طریقت سے وابستگی کے بعد تحریر کیا گیا ہے۔ اور یہ ''زنبیل'' کا آخری مضمون ''ہماری مولویت فرنگی کے لباس میں'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں مرشد حقانی شیر ربانی سے نسبت وارادت کا حوالہ بھی آیا ہے۔

''زنبیل عمر'' کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ آپ اس کا دوسرا حصہ بھی لکھنا چاہتے تھے لیکن اس کے صرف چند مضامین ہی لکھ پائے تھے کہ یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس لئے ان مضامین کو بھی جو مرشد ارشد کی بارگاہ طریقت میں شرفیابی کے بعد لکھے گئے، ''زنبیل'' کے اسی حصہ کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ چنانچہ ''دریا بہ

Marfat.com

حباب اندر''، (خلاصہ مضامین) پر پہلا حصہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو بعد کے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ابتدائی حصہ میں شامل ایک اہم مضمون ''فقر وفقیری'' کی دوسری قسط جس کی نشاندہی آپ نے اسی مضمون کے آخر میں فرمائی تھی یا تو آپ لکھ نہیں پائے یا وہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ جیسا کہ آپ نے ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ آپ کے بہت سے مضامین ابنائے زمانہ کی ناقدری کی وجہ سے اور کہیں شائع نہ ہو سکنے کی بنا پر اسی طرح پڑے پڑے خاکستر ہو گئے۔ شاید اس قسط کا بھی یہی حشر ہوا ہو۔ تاہم جو کچھ ہم تک پہنچا ہے یہ بھی بسا غنیمت ہے اور اس سے حضرت اقدس کی حیات فکری وعلمی کے ایک اہم ارتقائی مرحلہ پر خاصی روشنی پڑتی ہے اور آپ کا رجحان فکری اور منہاج ادبی کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ ان مضامین سے جہاں آپ کے مشاہدہ کی گہرائی اور فکر کی گیرائی کا پتہ چلتا ہے وہاں آپ کی علمی وادبی صلاحیتوں کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

''زنبیل'' پر بہترین تبصرہ تو حضرت صاحبزادہ محمد محبوب رسول للّٰہی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے گراں پایہ مضمون ''جامع صفات ہستی'' میں فرما دیا ہے جو کہ خیر الکلام ماقلّ ودلّ کے مصداق مختصر بھی ہے اور جامع بھی۔ ان کے الفاظ میں ''یہ مضامین ادب کی جان ہیں اور لطیف ظرافت لئے ہوئے ہیں...... ایسی ظرافت جو ایک سنجیدہ اور متین بزرگ کے شایان شان ہے۔''

محترم ارشاد احمد ہاشمی مرحوم کے تجزیہ کے مطابق حضرت اقدس کی تحریرات میں افسانوی انداز، گہرا مشاہدہ، وسیع النظری، اخفاء ودید قصورِ اعمال، پیرا بندی، تمثیلی

Marfat.com

پیرایہ، سنجیدہ مزاح، تنقیدی نظر اور رپورتاژ کا اسلوب (فن) پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ''زنبیل'' کے ایک مختصر مضمون ''انعکاس'' کو بطور مثال پیش کیا ہے اور اسے تمثیلی انداز کا شاہکار قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اگرچہ یہ محض ایک صفحہ ہے لیکن کئی کتب پر حاوی ہے۔'' ذرا اس مضمون کی ابتدا ملاحظہ فرمائیے:-

''جس طرح آئینہ دار کمرے کے اندر سے باہر اور باہر سے اندر روشنی دکھائی دیتی ہے اسی طرح ٹھیک تیرے ظاہر کی باطن پر اور باطن کی ظاہر پر روشنی پڑتی ہے۔ باطن صاف رکھ کہ ظاہر صاف نظر آئے اور ظاہر پاک بنا کہ باطن پاک ہو۔ تیری ظاہری حالت تیرے باطن کو بتلا رہی ہے اور تیری باطنی نیت تیرے ظاہر پر عیاں۔ اس کے سوا اگر تو زبان سے کچھ کہتا ہے تو وہ جھوٹ اور بے معنیٰ ہے۔''

'' انقلاب الحقیقت ''جسے حضرت اقدس کی روحانی خود نوشت SPIRITUAL AUTOBIOGRAPHY کی حیثیت بھی حاصل ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فکر و فلسفہ سے شروع ہی سے دلچسپی رہی ہے۔ لیکن اپنے مخصوص خاندانی پس منظر اور بزرگوں کے فیضان نظر کے نتیجے میں آپ کی فکری و ادبی کاوشوں پر روحانیت کی گہری چھاپ موجود ہے۔ یہی چیز ہمیں ''زنبیل عمر'' میں بھی نظر آتی ہے جو اگرچہ آپ کے ابتدائی دور کی کاوش ہے لیکن فکر عمیق اور اسلوب انیق کا شاہکار ہے اور اس امر کا بین ثبوت ہے کہ آپ اس وقت بھی تبحر و رسوخ علمی کے ساتھ ساتھ فکری بلوغ و نبوغ اور ادبی تفرد و اختصاص کے مرتبہ عظمیٰ پر فائز تھے۔ ''زنبیل'' کے پہلے مضمون پر ہی ایک نظر ڈال لیجئے۔ اس کے عنوان ''ھوالظاہر ھو

Marfat.com

الباطن'' ہی سے اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ حقیقت مطلقہ ظاہر ہے یا باطن اور اس کا عرفان وانکشاف کیونکر ممکن ہے؟ یہ ایک مشکل ترین موضوع ہے لیکن اس کو جس سادہ و آزاد اور فصیح و بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے دور حاضر کے ادب میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اصل مضمون تو چند صفحات کے بعد آپ خود دیکھ لیں گے۔ ذرا اس کی ابتدا کو یہیں ملاحظہ فرما کر ہمارے موقف کی داد دیجئے:-

''ظاہر بین خدا کو ظاہر دیکھنا چاہتے ہیں۔ بھلا یہ کیونکر؟ وہ تو باطن بھی ہے اور ظاہر بھی۔ ظاہری آنکھ بند کر کے باطن کی آنکھ سے دیکھ کہ وہ ظاہر بھی دکھائی دے گا اور باطن بھی۔ باطن کو کرید کہ باطن' باطن کے اندر جلوہ گر۔ ان آنکھوں سے تب نظر آئے گا جب تو باطن کی آنکھ سے دیکھ اور پہچان لے گا۔ ورنہ ظاہری آنکھ سے دیکھنا محال اور پہچاننا ناممکن۔''

ادب زندگی کے لئے ہے نہ کہ زندگی ادب کے لئے۔ ایک حقیقی مفکر اور ادیب کی حیثیت سے آپ نے ''زنبیل'' میں تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ کو بھی موضوع فکر بنایا ہے اور ملک وقوم کے تمام طبقات کو مخاطب ٹھہرایا ہے۔ جہاں ''حیا سوز مناظر'' میں طبقہ نسواں کی بے پردگی کی منظر کشی کی ہے وہاں ''نبض شناسی کا الٹا طریقہ'' میں رہبران ملکی وقومی کی فکری فرومایگی اور عملی بے بضاعتی کو بھی بے نقاب کیا ہے اور ''فقر وفقیری'' میں نام نہاد مدعیان تصوف، صاحبان سجادہ اور وارثان مسند ارشاد کے دعویٰ فقر کی قلعی بھی کھولی گئی ہے جسے دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

Marfat.com

علاوہ ازیں ''زنبیل'' میں مقام خلافت، استحقاق خلافت، غرض حیات، آب حیات، عسر ویسر، حسن، عقل، مماثلت، تلازم، اور نسبت معکوسی کے نظارے ایسے بیسیوں عنوانات پائے جاتے ہیں جو کہ ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن ان کو بیان کرنے کا انداز اچھوتا اور نرالا ہے۔ اور یہ تمام مضامین جدت افکار اور دقت معانی کا نمونہ ہیں۔ جن سے اقبال کے تصور مرد مومن کی تائید ہوتی ہے۔

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ و آزاد معانی میں دقیق

''زنبیل'' میں حیات وکائنات کے اسرار و رموز سے جس طرح نقاب کشائی کی گئی ہے، ایمان وکفر کی حقیقتوں کو جس طرح ذہن نشین کرایا گیا ہے، اور خرد کی گتھیوں کو جس طرح سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے اس کا اصل اندازہ تو کتاب کو دیکھنے سے ہی ہوگا۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

ان مضامین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مصنف ابتدائی دور ہی سے فکر و نظر کی انتہائی بلندیوں پر فائز تھے اور ایک انتہائی اخاذ ذہن اور موثر پیرایۂ اظہار کے حامل تھے۔ لیکن آپ صرف اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ حیات وکائنات کی گتھیوں کو سلجھانے کے بعد یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

اور اسی جنون کی تلاش میں بالآخر جذب وسلوک کے اسد اللہ، مرد قلندر، غوث زماں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ جیسا کہ ''زنبیل'' ہی کے آخری مضمون ''ہماری مولویت فرنگی لباس میں'' کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

لیکن ہماری مولویت بھی انوکھی ہے۔ اس کی کسی ایک پر نظر نہیں۔ آناً فاناً اس کے خیال بدلتے رہتے ہیں اور زیر لب کچھ گن گناتی ہے تو یہی

ز شرر ستارہ جویم زستارہ آفتابے

اس لئے اپنی پرانی رفیقہ مہربان فرنجی تہذیب اور فیشنی دیوی سے بلاسبب جدا ہو بیٹھی اور ناچ گھر کو چھوڑ کر شیرانوالہ دروازہ کے ایک خلافتی رکن رکین مولوی سے عقیدت باندھ کر سیاست اور خلافت کے سبق لینے لگی اور ازسرنو مسلمان ہو کر خلافتی جھنڈا لئے دربدر توحید کے ترانے سناتی رہی۔

اتنے کھن چکروں کے بعد بھی ہماری مولویت کو اطمینان نصیب نہ ہوا اور پھر تلاش یار میں سالوں آوارہ رہی۔ آخر کار پھر تصوف کی مسند کے ایک شیر سے اس کی آنکھ لڑ گئی۔ خلافتی جبہ اتار کر پھینک دیا۔ اس کے بعد خرقۂ مسکنت کی چادر اوڑھ لی اور ترانۂ توحید کی جگہ کلمہ توحید سے لذت لینے لگی۔''

مصنف کی وضاحت (عرض حال) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مضامین وشذرات کا یہ گلدستہ ایک مخلص (مولوی) غلام سرور صاحب (چک رامداس والوں) کے ایماء پر مرتب کیا تھا جو غالباً اس کی طباعت واشاعت کا شرف بھی حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن یہ سعادت ان کے حصہ میں نہ آ سکی اور اس طرح یہ مجموعہ مضامین مسودہ کی حالت میں مدت مدید تک پڑا رہا۔ تاہم وقتاً فوقتاً بعض ارباب علم وفضل اور اصحاب صدق واخلاص کو مطالعہ کے لئے پیش ہوتا رہا۔ ۱۹۶۲ء میں جب حضرت

Marfat.com

اقدس کی سرپرستی میں ادارہ تصوف کے زیر اہتمام سلسبیل کا اجرا ہوا تو ''زنبیل'' کے یہ مضامین وشذرات اس میں چھپنے لگے۔اور یہ سلسلہ آپ کی وفات کے بعد بھی جاری رہا۔لیکن کئی مضامین تشنۂ اشاعت تھے۔چنانچہ ادارۂ تصوف کی تشکیل نو کے بعد ہماری اولین توجہ ''زنبیل'' ہی کی اشاعت کی طرف مبذول ہوئی۔لیکن اس کی راہ میں کئی رکاوٹیں درپیش ہوئیں۔سب سے بڑی رکاوٹ تو یہ تھی کہ ''زنبیل'' کا اصل نسخہ جو حضرت اقدس کے اپنے قلم کا لکھا ہوا تھا اور ادارۂ تصوف کے ذخیرۂ کتب (لائبریری) میں حضرت مولانا حاجی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی براہِ راست تحویل میں تھا ہمیں دستیاب نہ ہوسکا (یہ اصل نسخہ راقم الحروف نے بچشم خود حاجی صاحب مرحوم کے پاس دیکھا تھا لیکن اب وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے کچھ علم نہیں) تاہم اس کی جو نقل حضرت مولانا محمد زبیر صاحب علیہ الرحمہ نے تیار کی تھی اور جسے ادارۂ تصوف کے ذخیرۂ کتب سے حاجی صاحب مرحوم کی اجازت سے اس عاجز نے اخذ واستفادہ کے لئے حاصل کیا تھا اور میرے پاس محفوظ تھا اسی کو موجودہ طباعت کی بنیاد بنایا گیا لیکن اس میں املا ونسخ کے بہت سے تسامحات کے علاوہ رموز اوقاف کی مطلوبہ رعایت نہیں کی گئی تھی جس سے مفہوم کچھ کا کچھ بن رہا تھا اور بعض فقروں کی ترکیب وساخت بھی سخت الجھن پیدا کررہی تھی، جس سے مطلب واضح نہیں ہورہا تھا۔اگر حضرت اقدس کا اپنا تحریر کردہ نسخہ ہمیں میسر ہوتا تو اصل سے تقابل کرکے ان مشکلات کو بآسانی حل کیا جا سکتا تھا۔مگر افسوس کہ ادارۂ تصوف کا یہ ذخیرۂ کتب اس وقت جن دوستوں کی تحویل میں ہے ان کے عدم تعاون سے ہمیں یہ سہولت میسر نہ ہوسکی۔

چنانچہ ''زنبیل'' کی تصحیح وتحقیق کے لئے ہمیں بہت زیادہ محنت وکاوش کرنا پڑی

Marfat.com

اور مختلف اہل علم سے مسلسل اور طویل مشاورت اور مراجعت کا راستہ اختیار کیا گیا۔اس سلسلہ میں جن فاضل دوستوں نے بطور خاص معاونت فراہم کی ان میں برادر طریقت پروفیسر نصر اللہ معینی صاحب اور رفیق دیرینہ رانا جماعت علی خاں صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر معینی صاحب نے جہاں نسخ واملا اور نظم وترتیب کے بہت سے تسامحات کی نشاندہی کی وہاں اس کا ایک خوبصورت تعارف بھی لکھا ہے جو آئندہ اوراق کی زینت ہے اور رانا جماعت علی خاں صاحب نے اس کے دو دفعہ توجہ اور دقت نظر سے پروف پڑھے اور بہت سے مقامات پر رموز اوقاف کے علاوہ الفاظ وفقرات کی ساخت و ترکیب کے بارے میں گراں قدر مشورے دیئے، جن کے بغیر ''زنبیل'' کو حتمی شکل دینا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ فجزا ھما اللہ احسن الجزاء

''زنبیل'' کی اشاعت کا اصل کریڈٹ حضرت مصنف کے لخت جگر اور نور نظر حضرت صاحبزادہ خالد سیف اللہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ مرتضویہ بیربل شریف کو جاتا ہے جن کی مسلسل دلچسپی، توجہ اور علمی وعملی سرپرستی کے بغیر یہ کتاب دن کی روشنی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ہماری صمیم قلب سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کے عزائم اور حوصلوں کو قائم اور برقرار رکھے اور اپنے عظیم والد کے عظیم مشن کی تکمیل کے لئے اسی طرح جوش وجذبہ سے سرگرم عمل رکھے اور جملہ یارانِ طریقت کو ان کے شانہ بشانہ تجدید و احیائے دین اور تحفظ وبقائے روح دین (حمایت ودفاع تصوف) کی اس انقلابی و روحانی تحریک کو جاری وساری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد

Marfat.com

تعارف

''زنبیل عمر'' مختلف موضوعات پر مشتمل بصیرت افروز اور فکر انگیز مضامین اور شذرات کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے۔ یہ تحریریں عصر حاضر میں تجدیدی اور انقلابی فکر کے حامل ایک ولی کامل اور دنیائے تصوف میں ''انقلاب الحقیقت'' جیسی شاہکار کتاب کے مصنف قطب العالم حضرت خواجہ محمد عمر بیربلوی قدس سرہ العزیز کے اس دورِ حیاتِ طیبہ کا نتیجۂ فکر ہیں جب آپ مسندِ ارشاد پر رونق افروز ہونے سے پہلے اسلامیہ کالج پشاور میں معلّمی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

لکھنے والا اگر ذوق سلیم کا مالک ہو اور بات حکمت اور حسنِ بیان سے آراستہ ہو تو اس کی اثر آفرینی اپنا جواب نہیں رکھتی کہ دل سے نکلی بات دل میں ہی پیوست ہوتی ہے۔

''زنبیل عمر'' میں حکمت سے لبریز شذرات اور کیف میں رچے بسے فقرات ہیں تو دیکھنے میں چند الفاظ لیکن حقیقت میں معارف و حقائق کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ ان سے اگر ایک طرف شعور کی پرورش ہوتی ہے تو دوسری جانب ذوق و وجدان اور ایمان و عرفان کا سامان بھی ملتا ہے۔

Marfat.com

''متاعِ دل'' کی حفاظت کا نسخہ کتنے سادہ مگر دلنشیں الفاظ میں بیان فرماتے ہیں، ملاحظہ کیجئے۔

''تیرے دل کی متاعِ عزیز کیلئے ہزاروں چور اور رہزن ہیں۔ تیرا بچ کر اور بچا کر نکلنا محال ہے۔ تیرا سفر دراز ہے اور یہ چالاک گھات میں۔ تو اپنی متاعِ دل اپنے بادشاہ کی نذر کر دے۔ پھر کسے مجال کہ آنکھ اٹھا کر اس متاع کو دیکھے بھی۔''

''تصورِ شیخ'' اہلِ طریقت کے ہاں یکسوئی اور حصولِ فیض کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ لیکن طریقت کی راہوں سے ناواقف معاندین اسے شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس پر حضرت کے یہ دو جملے قولِ فیصل نظر آتے ہیں۔

''سینکڑوں بت گھر میں رکھ کر تو بت پرست بنے نہ کافر۔ لیکن جب سب کو توڑ کر ایک کو رکھ لیا تو اب بت پرست کافر اور بے دین ٹھہرے؟ واہ رے واعظ تیری عقل!''

''تلازم'' کے عنوان کے تحت یہ چند جملے مصیبت زدہ کی روح کے تار چھیڑ دیتے ہیں اور اسے پُر لطف کیفیت سے دوچار کر کے مصیبتوں اور غموں کو برداشت کرنے کا حوصلہ عطا کرتے ہیں۔

''خزاں ہے تو بہار۔ خزاں نہیں تو بہار نہیں۔ جس کے پتے خزاں میں نہیں جھڑتے وہ بہار سے بھی تر و تازہ نہیں ہوتا۔ پرانے پتے ہی اس کے تن کا لباس رہتا ہے۔ جس کو خزاں نے عریانی دی، وہی بہار سے خلعتِ نو پہنے گا۔ تُو اگر تازگی چاہتا ہے تو خزاں سے

Marfat.com

مصائب اٹھا کہ خزاں کے ساتھ ہی بہار کے لطف اور مزے وابستہ ہیں۔ تیرے غم اور مصائب تیری خزاں ہیں اور تیری خوشی اور آرام تیری بہار۔''

کہتے ہیں کہ دنیا سایہ کی مانند ہے۔اس کی طرف رخ کر کے چلیں تو اور آگے بھاگتا ہے لیکن اس سے منہ موڑ کر چلیں تو پیچھے پیچھے چلا آتا ہے۔اسی مفہوم کو حضرت کے الفاظ میں پڑھیئے اور لطف اٹھائیے۔

''طلب چھوڑ کہ مطلوب خود تجھ سے آملے۔بچپن میں تُو بے طلب تھا تو بلا طلب تیرے لئے سب کچھ مہیا تھا۔ تیرے اٹھانے کے لئے خوبصورت پریاں اپنے ہاتھ بڑھائے پھرتی تھیں اور تُو پرواہ نہ کرتا تھا۔ لیکن تُو نے ان کے حسن و جمال کے لئے آنکھ اٹھائی تو اب یہ تیرے سایہ سے بھی بھاگتی ہیں۔''

ان شذرات کے بیان سے مقصود آپ کی تحریروں میں موجود ایک خاص چاشنی اور جاذبیت کی طرف متوجہ کرنا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ الفاظ نہ تو کسی مولوی کا وعظ دکھائی دیتے ہیں نہ کسی ادیب کی ادبی فنکاری بلکہ ان سے بالاتر عالم بالا کی روشنی میں ڈوبے ہوئے لفظوں کی مالا نظر آتے ہیں۔

''زنبیل عمر'' کے بعض صفحات پر قارئین کو مجازی رنگ نظر آتا ہے۔ایک صوفی شیخ طریقت کے قلم سے نکلی ہوئی اس تحریر سے ظاہر بینوں کو شاید یک گونہ حیرت بھی ہو۔ اس لئے کتاب پڑھنے سے قبل قارئین کے لئے دو باتوں کا ادراک ضروری ہے۔

ا۔ ''زنبیل عمر'' کی اکثر تحریریں حضرت کے ان ایام شباب کی ہیں جب انہوں

Marfat.com

نے ابھی تصوف کی وادی میں باقاعدہ قدم نہیں رکھا تھا۔ البتہ اسے آپ ان کے تجسس، مشاہدے اور اخذ نتائج کا دور کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مشاہدے اور نتائج کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔

۲۔ مربیِّ ازل نے چونکہ آگے جا کر انہیں ایک داعی، مصلح اور صاحبِ ارشاد کی مسند پر بٹھانا تھا، اس لئے نگاہِ بصیرت افروز کے ساتھ ساتھ انہیں نگاہِ عبرت آموز سے بھی نوازا گیا۔ اس حقیقت سے یقیناً کسی کو انکار نہ ہوگا کہ کوئی مصلح اور داعی اپنے معاشرہ اور ماحول سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ سچا مصلح وہی ہے جو اپنے گردوپیش کے ماحول میں محشر کے آثار دیکھ سکتا ہو، جو نفس و شیطان کی فریب کاریوں اور حیلہ سازیوں کا فہم رکھتا ہو اور مخلوق کی آنکھوں میں آنسو اور دلوں میں گزرنے والے خطرات گن سکتا ہو۔ ایسا انسان فضل خداوندی سے روشن دماغ اور قلبِ سلیم کی بنا پر تمام ترغیبات اور حبالات سے نہ صرف سلامت رہتا ہے بلکہ اصلاحِ احوال کا ولولہ فراواں بھی لے کر نکلتا ہے۔

حضرت ترجمانِ حقیقت اپنے گردو پیش میں کار فرما بعض معاشرتی تضادات اور اخلاقی گراوٹ پر ان تحریروں میں سخت دل گرفتہ دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ کہیں کھل کر اور کہیں بین السطور اس پر گرفت بھی فرماتے ہیں اور کسی کی سماجی حیثیت کو خاطر میں لائے بغیر حق بات کہہ دیتے ہیں۔

''حیا سوز منظر'' میں انہوں نے طبقۂ نسواں میں سے بعض کی چالبازیوں اور گھر سے باہر بازاروں اور دکانوں پر ان کی حیا سوز حرکات کا جو نقشہ کھینچا ہے،

۱۔ حبالہ: جال، پھندا، رسی (لغات کشوری)

Marfat.com

وہ آپ کے مشاہدے کی گہرائی کا ثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے قلبی اضطراب کا بھی غماز ہے۔

''فقر وفقیری'' کے عنوان کے تحت فقیری کے دعویدار جعلی پیروں کے ایمان سوز کردار کی جس طرح نقاب کشائی کی ہے وہ داستان طرازی نہیں بلکہ آپ کے روحانی کرب اور اصلاح احوال کیلئے قلبی تڑپ کا ثبوت ہے۔

ان دو حوالوں کے بیان سے مقصود کوئی ادبی جائزہ پیش کرنا نہیں بلکہ بتانا یہ مطلوب ہے کہ آپ اپنے مشاہدات اور تجربات سے جو کچھ محسوس کرتے تھے اسے نوک قلم پر لے آتے اور اس کے بارے میں اپنے قلبی جذبات واحساسات کو بھی لفظوں کا جامہ پہنا دیتے۔

حضرت کی تحریروں میں بعض مقامات پر مجازی اور رومانوی رنگ کو صرف اسی قدر استعمال کیا گیا ہے جس سے حقائق کی تفہیم میں مدد مل سکے لہذا اسے لذت نفس کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ بڑے نازک اور حساس مقامات پر بھی شائستگی اور شرافت کا دامن مصنف کے ہاتھ سے چھوٹتا دکھائی نہیں دیتا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ان تحریروں میں ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے ذوق کا سامان بھی موجود ہے۔ لیکن جس طرح کافر کے نشے اور مومن کے نشے میں فرق ہے۔ ایک کو انگور کی بیٹی کا نشہ جبکہ دوسرے کو مئے الست کا سرور۔ اسی طرح ایک عام ادیب اور صوفی ادیب میں بھی فرق ہوتا ہے۔ ایک کی توجہ الفاظ وتراکیب اور جملوں کی بندش پر رہتی ہے جبکہ دوسرے کی نظر اس سے بڑھ کر تحریر میں عرفانیات کی خوشبو رچانے بسانے پر جمی رہتی ہے۔

سو حضرت کے ہاں ادب کی چاشنی میں عرفانیات کی خوشبو واضح طور پر رچی

Marfat.com

بسی محسوس ہوتی ہے اور یہ خوشبو بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم جانے کے لئے بے قرار کر دیتی ہے یا پھر شاعر کی زبان میں حضرت کی بات یوں کہی جا سکتی ہے۔

نغمہ کجا و من کجا سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را [1]

''زنبیل عمر'' میں شامل بعض مضامین ماہنامہ ''سلسبیل'' میں چھپتے رہے ہیں لیکن بہت سے تا حال یارانِ طریقت کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔ برادرِ محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل سالک کے ذوقِ تجسس کی داد دینا پڑتی ہے کہ انہوں نے میرے جدِ مکرم حضرت مولانا محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا چون مضامین و شذرات پر مشتمل ''زنبیل عمر'' کا ایک نسخہ ڈھونڈ نکالا اور اسے زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے کا اہتمام کر ڈالا۔ شاعر نے تو خیرات کی التماس کرتے ہوئے اپنے ولی نعمت سے کہا تھا۔

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو [2]

لیکن ڈاکٹر سالک صاحب نے تو اپنے ولیٔ نعمت کی ''زنبیل'' ہی یارانِ طریقت کے سامنے رکھ دی ہے اور ان کی ضیافتِ قلب و فکر کا سامان کر دیا ہے۔ اس پر بے اختیار سالک صاحب سے کہنا پڑتا ہے۔

آفریں بر دست و بر بازوئے تو

خاکپائے اولیا
محمد نصر اللہ معینی غفر اللہ لہٗ

1۔ کہاں گیت اور کہاں میں سخن سازی تو محض ایک بہانہ ہے میں تو بے لگام اونٹنی کو قطار کی طرف کھینچ رہا ہوں۔

2۔ ہماری زنبیل (کشکول) کی طرف اپنا دست قدم بڑھایئے۔ آپ کے دست بازو پر آفرین ہو۔

Marfat.com

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

عرضِ حال

جس طرح اس وقت تک مجھے اپنی ہستی کی غرض و غایت معلوم نہیں کہ عالم شہود میں کس غرض سے بھیجا گیا تا کہ میں اس غرض کے پورا کرنے کے لئے کوشش کر سکتا، اسی طرح ان خیالات منتشرہ کے اوراق کی غرض مجھے اب تک معلوم نہیں ہوئی۔ اگر میری ناچیز ہستی دنیائے عالم کے لئے کچھ ضروری اور مفید ہے تو بلا شک یہ خیالات بھی ضروری اور مفید۔ اگر وہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیں۔ میں خود اس سے عاجز ہوں۔

کتاب کی طبع کے لئے نہ تو قومی چندہ سے آرائش دی گئی اور نہ ذاتی مصارف سے اپنی نفس پرستی و خیال پرستی کا دیوتا موٹا کیا گیا بلکہ عزیزی غلام سرور صاحب نے خیالات کو اپنا ہم مذاق دیکھ کر ان کی پرورش کی اور خوبصورت لباس میں دیکھنا پسند کیا۔ بالفاظ دیگر اپنے سرور اور لطف کے لئے عہد حاضر میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں روپے علی قدرِ عقل و حیثیتِ دولت خرچ کئے جاتے ہیں جن سے کوئی مفید کام سوائے لطف اور مزہ کے مدِ نظر نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ بھی سہی۔ تاہم شکر گزار ہوں کہ ان کو یہ چاٹ ہے، کوئی دوسری نہیں۔

Marfat.com

غرض تالیف

ہم منافق نہیں کہ اپنے خیالات کا رخ آئینہ وار لوگوں کے سامنے پیش نہ کریں اور لالچی بھی نہیں کہ زر کے حصول کیلئے اپنے قلم کی نوک کسی خاص غرض اور کسی خاص طریقے سے موڑیں بلکہ منافقت کے دور کرنے کے لئے اور طعن و تشنیع سے بے پرواہ بنانے کے لئے اپنا تجربہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اگر دل نے کچھ کامیابی حاصل کر لی تو پھر پہلے سے زیادہ حقائق سے نقاب کو اٹھا کر پوری شکل میں رونمائی کرائی جائے گی۔ نہ تو یہ سب کچھ کسی خاص ہستی کے زیر اثر ہو کر لکھا جا رہا ہے اور نہ رائے عامہ کی تعریف و تحمید یا طعن و تشنیع کے لئے تحریر کیا جا رہا ہے۔ دل بیتی سے واسطہ ہے، جگ بیتی سے ہمارا کیا تعلق۔

Marfat.com

ھوالظاہر ھوالباطن

ظاہر بین خدا کو ظاہر دیکھنا چاہتے ہیں۔ بھلا یہ کیونکر؟ وہ تو باطن بھی ہے اور ظاہر بھی۔ ظاہری آنکھ بند کر کے باطن کی آنکھ سے دیکھ کہ وہ ظاہر بھی دکھائی دے گا اور باطن بھی۔ باطن کو کرید کہ باطن باطن کے اندر جلوہ گر۔ ان آنکھوں سے تب نظر آئے گا جب تو باطن کی آنکھ سے دیکھ اور پہچان لے گا۔ ورنہ ظاہری آنکھ سے دیکھنا محال اور پہچاننا ناممکن۔

تیرا بھی ظاہر ہے اور باطن بھی۔ ظاہری آنکھ سے نمود اور ظاہر ہی کو دیکھ سکتے ہیں اور حقیقت دیکھنے کے لیے حقیقت کی آنکھ اور باطن کی نظر درکار ہے۔ پھر تیرا ظاہر اس کے باطن پر کیا کہے۔ عقلی دلائل ظاہر کے لئے ہیں نہ کہ باطن کے لئے۔

جب تو دیکھ لے گا تو سب دلائل تیرے سامنے ہیچ۔ وہ تیرے سامنے ہوگا اور تو اس کے سامنے۔ پردہ نہیں کہ تو اس کو اٹھانے کی کوشش کرے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ دل اس کی عرش گاہ ہے اور وہ دل ہی میں جلوہ گر۔

پانی کی طرح بے رنگ۔ جو رنگ بھی دیکھو اسے خدا کیونکر کہیں۔ ترکیب سے وہ پاک۔ مگر اس سے خالی بھی کوئی نہیں۔ پانی ہی کی طرح کہیں سبز، کہیں کبود۔ ایک جگہ سرخ پھول تو دوسری جگہ سبز پتہ۔ کہیں دانہ اور ثمر اور کہیں پھول اور پتیاں۔

Marfat.com

انسان ہو کہ حیوان، درخت ہو کہ پتھر، غرض جو دیکھو اسی میں ہے۔ مگر وہ نہیں۔ وہ درخت اور حیوان ہونے سے بالاتر۔

باطن بینوں نے خدا کو باطن میں دیکھ کر باطن ہی میں مقید کر کے رکھ دیا اور ظاہر کو ایسے چھوڑ گئے کہ باطن ہی ہو بیٹھے۔ یہ نہ سمجھا کہ ھوالظاہر پہلے ہے اور ھوالباطن بعد میں۔ ظاہر جس کا نہ ہو بھلا اس کا باطن کہاں۔ اپنا آپ ہی دیکھ لیجئے کہ ظاہر ہے تو باطن ورنہ باطن کجا۔ اسی طرح وہ پہلے ظاہر اور پھر باطن۔ اس کے ظاہری احکام (شریعت) کے ماننے سے اس کے باطن کے احکام (الہام) وارد ہوتے ہیں اور اس کی ظاہری نافرمانی سے اس کی باطنی صورت بھی غائب۔ دھوکہ بازوں نے دونوں صفات کو الگ الگ کر کے دو الگ الگ مجسمے بنا لئے۔ ایک ظاہری بت کے پجاری بنے تو دوسرے وہمی نور کے عبادت گزار۔ وہ نہ یہ، نہ وہ۔

تُو اگر حقیقت میں انسان ہے تو اپنی طرح اس کے دو رخ خیال کر۔ تیرا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ تُو زبان سے کچھ کہتا ہے اور باطن سے کچھ۔ تیری ظاہری نافرمانی کرنے سے تجھے کتنا غصہ آتا ہے اور باطنی نافرمانی سے کتنا درد۔

بیشک محبت و الفت کے راز اندرونی اور باطنی ہیں۔ جتنی محبت بڑھے گی وہ تجھ سے محبت بڑھائے گا۔ لیکن محبت کے نشے میں اتنا سرمست نہ ہو کہ اس کی نافرمانی کر بیٹھے اور وہ تم سے کشیدہ خاطر ہو کر تمہیں اپنی درگاہ سے دھتکار دے۔ ظاہری ... داری پر قانع نہ رہ کہ اجرت کے بغیر تجھے کچھ نہ ملے گا۔ کچھ اِس جگہ (دنیا) کے ... ئے گی اور کچھ اُس جگہ (آخرت) کے۔ تجھے اس سے الفت، نہ اسے تجھ سے ... ت۔ راز و نیاز نہ ہو تو پھر سب کچھ بے فائدہ۔

Marfat.com

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عالم ایجاد وکون کے سرتاج، دعائے خلیل کی اجابت، شجر آدم کے پھول، نخل حیات کے ثمر، جلوۂ الٰہی کے آئینہ، ہستی آدم کے قمر، برج نبوت کے بدر منیر پر قربان جاؤں کہ سب سے آخر پھول کی طرح آئے اور آئے تو کس ٹھاٹھ سے۔

کثرت کو وحدت میں تبدیل کر گئے اور ظلمت کو نور میں۔ بت پرستی مٹی اور اوہام پرستی کافور ہوئی۔ کوئی مانے نہ مانے لیکن ذرا دل سے دیکھ لے کہ وہ کیا تھے اور کیا کر گزرے۔ دوسروں کا ان سے کیا مقابلہ۔

کوئی انہیں مردہ خیال کرے تو کرے، تیرہ سو سال سے ہم تو ان کے نام کا سکہ دیکھتے ہیں اور واحد لایزال کے ساتھ ان کی شہادت اور پکار۔ اذان کہو تو ان کی شہادت، کلمہ کہو تو ان کے نام کے بغیر چارہ کہاں۔ نماز میں نیاز کرو تو ان پر خاتمہ۔ غرض ایمان کہتے ہیں توحید کے ساتھ اقرار رسالت کو۔

سب پیغمبر بن کے آئے۔ کوئی کہیں کا اور کوئی کہیں کا۔ مدت بھی کسی نے کچھ پائی، کسی نے کچھ۔ یہ آئے تو ساری دنیا کے لیے خاتم النبیین بن کر۔

بھلا کوئی بادشاہ مر جائے تو کیا اس کے نام کا سکہ رہتا ہے؟ یہ مر گئے تو ابھی

Marfat.com

تک ان کے سامنے سر تسلیم کیوں خم رہتا ہے۔ جو انہیں مردہ خیال کرے وہ کوئی دوسرا تلاش کرے۔ ان کے اقوال، ان کے اعمال اور ان کے اسوۂ حسنہ پر کیوں قدم زن ہوتا ہے۔ بے دین ہے جو ان کی حیات کا منکر ہے۔ ورنہ کسی مذہب وملت کو اس سے انکار نہیں۔ گو وہ اپنا پیشوا نہ سمجھیں۔

انہیں اُمّی ۱؎ کہا جاتا ہے۔ لیکن درس حکمت وفلسفہ ان کی تعلیم کا ایک ورق بھی نہیں بن سکتا۔ قانون معیشت سے ناواقف لیکن ان کی شاہراہ قانون پر زد کی کسے مجال؟ تہذیب وتمدن نے نیا رنگ بدلا لیکن اس کی پرانی شاخیں پہلے سے زیادہ تروتازہ۔

نادان ہیں جو ان کی زبان سے کلام مجید کو قرآن تسلیم کریں اور ان کی احادیث کو ہضم کریں۔ یا دونوں صحیح ہیں یا دونوں غلط۔ اس پر قرآن خود شاہد ہے کہ وہ فضول نہیں بولتے بلکہ جو کچھ کہتے ہے وحی ہے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۲؎

ایک بیوی آئے تو انسان سب کچھ بھول جاتا ہے۔ سینکڑوں دھندے خدا کی یاد میں آکر حائل ہو جاتے ہیں۔ ہوش نہیں رہتی کہ کیا کیا اور کیا کرنا ہے۔ خورد ونوش کے سوا کوئی اور اندیشہ نہیں رہتا۔ لیکن یہ نور کا مجسمہ نو بیویاں گھر رکھ کر وہ کہتا ہے کہ خاکی انسان تو کیا نوری فرشتہ کی سمجھ سے باہر اور پھر سمجھ کے اندر اور وہ بھی بلا سوچے سمجھے۔ اسے وحی نہ کہا جاوے تو کیا کہا جاوے؟ باؤلے ہیں جو اسے کچھ اور تعبیر کریں۔ اس پر

۱۔ الذی ردت الیہ الشمس وانشق القمر کان امیًّا ولکن عندہ امّ الکتاب

وہ ذات اقدس جن کے اشارے سے سورج لوٹ آیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اگرچہ وہ امی تھے (ناخواندہ) لیکن ام الکتاب (قرآن کے حامل تھے)

۲۔ اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا صرف وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

(سورۂ والنجم ۵۳:۳،۴)

Marfat.com

عبادت و یادِ الٰہی کی یہ حالت کہ پاؤں ورم پکڑ جاتے ہیں اور دل کی پیاس لذت شوق سے کم نہیں ہوتی۔ نہ ڈر نہ خوف سب تقصیرات کی بخشش کی سند ہاتھ میں اور وہ بھی علی الاعلان۔ لیکن یہ ہے کہ اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا[1] کہتا ہوا سربسجود۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ۔

اللہ تعالیٰ نے جو مالک ارض وسما ہے اس کی زبانی اپنے کلام مجید میں جسے قرآن شریف کہتے ہیں منادی کر دی کہ میری محبت کے دعویدارو! اگر تمہیں مجھ سے سچی محبت ہے تو میرے اس برگزیدہ کی اتباع اور اطاعت کرو، میں تم سے خود محبت کروں گا۔ لیکن دعویداروں کی یہ حالت کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویدار اور اس کے برگزیدہ نبی کی محبت کے دعویدار بلکہ قربان لیکن اتباع اور اطاعت کے نام سے بھی کوسوں دور۔ الٹا اتباع کرنے والوں پر پھبتیاں۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بترکستان ست[2]

....

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا[3]
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ[4]

مرغ توحید نوا نے آشیانۂ حرا میں جب جوش کھایا تو دعوت عامہ لے کر پہلے

۱۔ تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (الحدیث)

۲۔ مجھے ڈر ہے کہ اے اعرابی تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے وہ تو ترکستان جاتا ہے۔

۳۔ راستے کا فرق دیکھو کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔

۴۔ اور ان کے ساتھی کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ (سورہ الفتح ۲۸:۲۸)

Marfat.com

ہی نغمہ میں دین فطرت کے پرندوں کو گرفتار الفت کرلیا اور وہ بھی ایسے کہ پھر دوسری کوئی خبر ہی نہ رہی اور ساری دنیا چھوڑا ایسے سرمست ہوئے کہ اسی کے ہو رہے اور بس۔

اس وقت تک یہ فیصلہ نہ ہو سکا کہ ان کی آواز پر پہلے کس نے لبیک کہی۔ کسی نے صدیقؓ کا نام لیا تو کسی نے علیؓ کا۔ کوئی خدیجۃ الکبریٰؓ کو اولیت کا فخر دیتا ہے تو کوئی بلالؓ کو۔

چہل سالہ نغمہ نوازی نے وہ درد پیدا کر دیا تھا کہ جس نے ایک بار سنا اسے دوسرا کچھ سننے کی حاجت نہ رہی۔ سننا تو کجا وہ بتمامہ نغمہ ہو گیا تھا۔ آنکھوں نے دیکھا تو سر نے تسلیم کا فرض ادا کیا۔ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ فوج درفوج پاک ہستیوں کا جمگھٹا ہو گیا اور وہ بھی اس درجہ کہ رات ہو کہ دن، گھر ہو کہ سفر، اس کے بغیر رہنا ناممکن ہو گیا۔

اسی کو خدائے لایزال نے ''مَعَہٗ'' سے تعبیر فرمایا۔ یہ معیت ظاہری بھی تھی اور باطنی بھی۔ ادھر تو عثمانؓ موجود نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے خود اپنی بیعت فرما رہے ہیں اور ادھر جنگ میں شریک نہیں ہوتے تو یہ الفاظ زبان پر۔

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری[1]

میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب میں سنتا ہوں کہ ان پرستارانِ رفاقت کو نا ملائم الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے۔ تاریخ تو تاریخ رہی خود اللہ تعالیٰ ان کی معیت اور ''رفاقت'' پر شاہد ہو تو پھر لغویات سے کیا فائدہ۔ اس کی سند جسے کافی نہیں وہ پھرے بھٹکا۔ ہمیں اس سے کیا واسطہ۔ اس کا اپنا دین اور ہمارا اپنا .... یہ باطل پرستوں کے لئے عذاب تھے اور اپنے اندر رحم۔ اس کے بغیر کوئی کچھ کہے تو مفتری اور کذاب۔ خدا خود اس سے نپٹ لے گا، کہ اس کے حکم سے سرتابی اس کے قہر کا باعث ہے۔

---

[1] میں تو ہو گیا تو میں ہو گیا، میں جسم ہو گیا تو جان ہو گیا تا کہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں تو اور ہے۔

Marfat.com

خاکی خلیفہ کی ماہیت اور اہمیت

(خدائی وائسرائے اور اس کی قابلیت)

زمین کے خواص خاص لوگوں کو تو معلوم ہیں لیکن عامیوں کو یہ معلوم نہیں کہ زمین کے وہ جوہر ہیں جو کائنات کی کسی دوسری چیز میں نہیں پائے جاتے۔

تمام سبزیوں اور درختوں کی یہ ماں ہے۔ خاردار درخت دیکھو تو، ثمردار گنو تو، بے ثمر گنو تو، شیریں کو شمار کرو تو، بے مزہ کھٹ میٹھے شمار کرو تو۔ پھر ایک مزے کی کئی اقسام۔ جس کو چکھو نرالا مزا دیتا ہے۔ سبزیوں کا مطالعہ کرو تو کوئی کھانے کے لئے، کوئی دیکھنے کے لئے، کوئی سونگھنے کے لئے اور کوئی چکھنے کے لئے۔ پھر ان کی اقسام ہزاروں لاکھوں، ان گنت۔ تمام قسم کے غلے، تمام قسم کے پھول، ہر طرح کے عطر، ہر قسم کے لباس، اسی ایک کی بدولت۔ ہماری اور ہمارے جانوروں کی خوراک اور لباس کے یہ ذمہ دار...... سونا چاندی، لعل و جواہر، نیلم ہیرے، پیتل تانبا، پتھر چونا، غرض ہر قسم کے معدنیات اس کی بغل میں۔ پانی جو ہر چیز کے لئے آب حیات ہے اسی مشک کی دھار۔

پھر جس کی ضرورت ہے وہ دیتی اور مہیا کرتی ہے اور جو چیز تمہارے انتخاب میں پسند نہیں آتی یا تم ردی کر کے پھینک دیتے ہو اسے فوراً ہضم کر کے تمہارے

Marfat.com

سامنے صاف ستھری ہوکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اندازہ کرو کہ پاخانہ جیسی بدبودار چیز اور مردار جیسی غلیظ ہڈیوں کو دو چار دن میں نگل اور ہضم کر کے تمہارا منظر صاف کر دیتی ہے اور تمہاری ہوا صاف کر دکھاتی ہے۔

کوئی چیز دنیا میں اس وصف کی بتلاؤ۔ سونا چاندی کی اگر یہ طشت ہوتی تو نہ سبزہ اگتا، نہ پھل ہوتے نہ پھول، نہ لباس۔ پھر پیشاب، پاخانہ، مردار وغیرہ کو ساری دنیا بھی کسی طرح دور کرنا چاہتی تو نہ کر سکتی اور ساری دنیا کی ہوا اس قدر بدبودار ہو جاتی کہ گھڑی کیا، ایک لمحہ بھی کسی جانور اور کسی درخت کا جینا محال ہو جاتا۔ ایسی ماں ملے تو اور کیا چاہیے اور ایسی ماں کا بیٹا ہونا تمہارے لئے باعث فخر ہے۔ جن ناری ہوئے تو کیا، فرشتے نوری ہوئے تو کیا۔

پھر تم میں زمین کے سب خواص موجود۔ تمام معدنیات کے تم گھر۔ ہیرے جواہر تمہارے اندر۔ غرض جو کچھ وہ ہے، وہی کچھ تم بھی۔ البتہ جس طرح ہل چلا کر وہاں کاشت کی جاتی ہے، اسی طرح تمہاری زمین میں بھی ہل چلانے کی ضرورت۔ اور جس طرح وہاں سے معدنیات کو نکالنے کے لئے کان کنی کی ضرورت ہے، اسی طرح یہاں بھی۔ الغرض جس طریقہ سے وہاں تخم ریزی کی جاتی ہے، اسی طریقہ سے یہاں بھی۔ جس طریقہ سے وہاں خاردار جھاڑیاں اکھاڑ کر باغ لگائے جاتے ہیں، اسی طریقہ سے یہاں بھی خاردار خیالات نفسانی اکھاڑ کر گلشنِ روح تروتازہ کیے جاتے ہیں۔

اگر ہل چلانے، کاشت کرنے اور کھودنے کے بغیر زمین بنجر کہلاتی ہے تو اسی طرح تمہاری زمین بھی تربیت اور تعلیم و تعلم کے بغیر بنجر کہلائے گی۔ غرض جتنا اسے کماؤ گے اتنا ہی فائدہ پاؤ گے اور جتنا اسے مشقت سے الگ اور تختۂ مشق بنانے سے دور رہو گے، اتنا ہی خسارہ اٹھاؤ گے۔

Marfat.com

استحقاق خلافت

اگر جن یا فرشتہ اشرف المخلوقات بنا کر خلافت کی کرسی پر بٹھایا جاتا تو کیا کرتا۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھے دن گزارتا اور راتیں گنتا۔ نہ اسے کھانے سے واسطہ نہ پینے سے تعلق، نہ وہ خوشبو کا دلدادہ نہ بدبو سے پرہیز، نہ لباس کی ضرورت نہ عریانی کا خوف۔ وہ اس دنیا کی ایک ایک چیز دیکھتا اور حیران رہتا۔ اسے یہ معلوم نہ ہوسکتا کہ گائے کس کام کے لئے، بیل کاہے کے لئے، گھوڑا اونٹ مجھے کیا کام دے گا، ہاتھی اور دوسرے جانور کس غرض کے لئے۔ اور خاص طور پر اس زمین کے لق ودق جنگل کو دیکھ کر سخت گھبراتا کہ کس باغ (جنت) کا پرندہ، اور کس ویرانہ (زمین) میں آ پھنسا۔ اسی کی تعبیر شہنشاہ کائنات نے بدیں الفاظ فرمائی اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۱؎ ان اشیاء کے نام تو بتاؤ (خاصیات اور غرض تو الگ رہی) اگر تم اپنے اعتراض اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۲؎ (اے الہ العلمین! کیا زمین میں تو اپنا وہ خلیفہ اور قائم مقام مقرر کرتا ہے جو زمین میں فساد ڈالے گا اور خون کی ندیاں بہائے گا؛ باوجودیکہ ہم تیری حمد کے ساتھ اور تیری تقدیس یعنی پاکی بیان کرتے ہیں) میں سچے ہو۔ جب کچھ نہ

۱۔ (البقرہ۲:۳۱) ۲۔ (البقرہ۲:۳۰)

Marfat.com

بن پڑا تو یک زبان ہو کر بول اٹھے سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا[1] (خدایا تو اس اعتراض سے بالاتر ہے ہمیں تو تیری اس تعلیم کے سوا کچھ پتہ نہیں جو تو نے ہمیں فرمائی) اور تیرا یہ فرمانا وَإِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ[2] (جو میں جانتا ہوں تم اسے نہیں جانتے) درست اور بجا کیونکہ ''إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ o[3] یعنی تو جاننے والا (تمام امور کو) اور حکیم ہے کہ خون کے بہانے اور فساد کرنے میں کتنے فائدہ اور کیا کیا حکمت ہے، کیوں کہ تمام کارخانۂ عالم اس فساد اور خون بہانے پر قائم ہے۔ اس فساد اور خون بہانے کی قیمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے تمام کائنات کی کل چل رہی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو کارخانہ کی بنیاد ڈھیلی پڑ جاتی۔ نہ شاہ و رعیت، نہ خوف و امن، نہ محنت و آرام، نہ خوشی و غم۔ الغرض تمام عالم کے تار و پود ڈھیلے پڑ جاتے۔ کیسی وضاحت سے اور کتنی عظمت سے انہیں إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ کا جواب دیا گیا۔

اب علمائے کرام ہیں اور رہبران قوم جو اس خون بہانے اور فساد کی حقیقت سے تو کیا، نام سے ہی متنفر ہیں اور نہایت ہی غصہ کے لہجے میں اس کی برائیاں بیان کرتے گزر گئے۔ حتیٰ کہ اب یہ احساس پیدا ہو گیا کہ جان جائے، ایمان جائے، عزت برباد ہو اور مذہب تباہ ہو لیکن انہیں تو فساد سے اجتناب ہے اور قتل سے پرہیز۔ یہ بیچارے کریں تو کیا کریں۔ جب کہ اس کے بغیر کچھ بچنا بچانا مشکل۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا ط وَّهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ[4] کا ورد ہی سہی۔

اب خود اندازہ کرو کہ یہ خاکی پتلا خلافت کی کرسی پر وائسرائی اختیار لے کر جلوہ افروز ہوتا سجتا ہے، یا وہ نوری یا ناری؟ اس سے انہیں سجدہ کرایا جاتا، یا وہ اسے سجدہ

۱۔ البقرہ ۲:۳۲ ۲۔ البقرہ ۲:۳۰ ۳۔ البقرہ ۲:۳۳

۴۔ تو اللہ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (یوسف ۱۲:۶۴)

Marfat.com

(اطاعت) کرتے؟۔شیطان نے اکڑ دکھلائی تو اپنی حماقت سے۔ذرا اپنی اور اس خلیفہ کی (اندرونی) بساط دیکھ لیتا تو وہ کبھی سرکشی نہ کرتا اور جھک کر تسلیم بجالاتا۔ عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کی تعلیم فطرتی تھی، جو اسے (اپنی ماں کے ذریعہ) دی گئی۔ورنہ بچوں کی طرح اللہ تعالیٰ نے تھوڑی ہی اسماء کی تختی رٹائی کہ مقابلہ کرانا اور فرشتوں کو ہرانا منظور ہے۔بلکہ فطرتی تعلیم کا مقابلہ کرا کر انہیں اپنی فطرت کے خواص کا اور خاکی خلیفہ کی فطرت کا مطالعہ کرانا مقصود تھا تا کہ وہ خود اپنی زبانی اپنے کیے پر نادم ہو جائیں اور اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ کی حقیقت کھل جائے۔سو ایسا ہی ہوا اور وہ فوراً سربسجود ہوئے اور فرضِ اطاعت بجالائے۔

تمام زمین ایک قسم کی نہیں۔مختلف قطعے،مختلف اجزاء سے مرکب۔کوئی میٹھی کوئی شوریلی،کوئی نرم کوئی سخت، کہیں سیاہ کہیں سفید۔غرض چپہ چپہ زمین کی ماہیت الگ۔پھر وسائل آبپاشی بھی الگ۔کوئی دوآبہ میں ہے کوئی پہاڑ میں، کسی جگہ بارانی، کہیں چاہی اور کہیں نہری، کہیں چٹیل صحرائی۔باڑے کے چاول اگر کسی اور جگہ نہیں ہوتے تو سرگودھا اور لائل پور کی کپاس بھی اپنی نظیر آپ،سُون کی گندم عمدہ ہے تو مشرقی پنجاب کی جوار، پشاوری گنا مشہور ہے تو اکوڑہ خٹک کا تمباکو، سہارنپور کے آم شیریں ہیں تو کابل کے انگور لاثانی، سیب کشمیر اگاتا ہے تو گری کھوپہ بنگال، چھوہارے بصرہ سے آتے ہیں تو مالٹے ناگپور سے۔پھر کچھ علاقے ایسے ہیں جو مختلف اجناس پیدا کرنے میں بے مثل اور کچھ ایسے کہ پھل پیدا کرنے میں لاثانی اور کچھ ایسے کہ نہ پھول پیدا کرتے ہیں نہ پھل اور نہ جنس، بلکہ انسانی جنس کیلئے باعثِ فخر۔

اسی طرح انسانی زمین کی بھی حالت ہے۔کوئی شیریں بااخلاق،کوئی شوریلا

ا۔ البقرہ ۲: ۳۱

Marfat.com

بدمزاج، کسی کے اندر پھول پیدا کرنے کی طاقت اور کسی کے اندر پھل نکالنے کی قوت، کوئی جنس نکالنے کی استعداد رکھتا ہے تو کوئی ہیرے جواہر اور معادن کے لئے مستعد۔ کچھ ایسے بھی ہیں کہ نہ ایں نہ آں بلکہ انسانی ہستی کے لئے باعث فخر، جن میں سے کوئی معلم بن بیٹھتا ہے اور کوئی پیشوائے مذاہب۔ کسی نے حکومت کا ڈنڈا لے کر سیاست چمکائی اور کسی نے امن کا جھنڈا بلند کر کے صلح کا پیغام دیا۔ بنجر زمین کی طرح کہیں خاردار بوٹے بھی ہیں اور ہر ایک کے دامن سے الجھتے رہتے ہیں۔ کسی کا کپڑا اپھاڑتے ہیں تو کسی کا پوست چیرتے ہیں۔ کسی کو تعلیمی وسائل مدارس سے مل جاتے ہیں اور کسی کو صحبتی وسائل مہیا ہو جاتے ہیں۔ بعض تمام وسائل سے الگ صرف معدنی (بارانی) طور پر اندورنی جذبات سے سبزہ زار اور بعض ریتلی زمین کی طرح باوجود وسائل آبپاشی (علمی وعملی) پیداوار میں صفر۔ کچھ شوریلی زمین کی طرح بے آب وگیاہ اور کچھ پانی (وسائل) کی بہتات کی وجہ سے دلدل۔

پھر جس طرح ایک قطعۂ زمین دوسرے قطعۂ زمین کے لئے اپنے اختلاف کی وجہ سے مفید ہے، اسی طرح انسانی زمین کے لئے بھی اختلاف کی سخت ضرورت ہے۔ پستی نہ ہوتی تو دریا کیونکر اپنا رخ لیتے، بلندی نہ ہوتی تو نہریں کیونکر زمینوں کو سیراب کرتیں، کانیں نہ ہوتیں تو لوہا، چاندی، تانبا، کوئلہ اور نمک کیونکر نکلتا، پہاڑ نہ ہوتے تو خوبصورت عمارتیں، پختہ سڑکیں اور عمدہ ریلیں کیونکر بنتیں اور چلتیں۔ اسی طرح جہاں تواضع کی ضرورت ہے وہاں تکبر کی بھی۔ اور جہاں کاشت کار دنیا کے لئے باعث رحمت ہیں وہاں صنعت وحرفت والے بھی باعثِ زینت۔ ایک طرف جماعت تجار کو بے فائدہ نہیں ٹھہرایا جاسکتا تو دوسری طرف جماعت مزدوراں کو بھی بے

Marfat.com

فائدہ نہیں کہہ سکتے۔ سرمایہ دار ہیں تو مزدور بھی ہیں۔ حکومت کے ڈنڈے کی اسی وقت ضرورت ہے جبکہ چور اچکے ہوں۔ ورنہ سب کچھ بے فائدہ۔ اگر باکار انسان کے ذریعہ دنیا کی کل چل رہی ہے تو بیکار انسان بھی ویسے ہی ضروری۔

الغرض جس کے لئے کوئی چیز پیدا کی گئی وہی اسے میسر ہے۔ اور جو کچھ بھی میسر کیا گیا وہی دنیا کے لئے اور اس کے لئے مفید۔ خواہ اپنی ناواقفیت سے کوئی کچھ کہے۔ اسی قانون اور رازِ فطرت کے اصول کو سرور کائنات ﷺ نے یوں بیان فرمایا: كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ۔ ۱

مثل مشہور ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ گھر کی ہر چیز ٹٹول کر باہر نکالتا ہے۔ اسی طرح انسان ہی کا کام تھا کہ اپنی ماں کے گھرانہ کی خبر دنیا کو دیتا، گھر کا ایک ایک اعجوبہ دکھاتا، گھر کے مخفی خزانے نکالتا، خود کھاتا اور دوسروں کو کھلاتا۔ اسے ضرورت ہوئی تو گنے جیسی میٹھی چیز اٹھالی یا مرچ جیسی تلخ۔ دل للچایا تو انگور کھائے اور منہ میں پانی آیا تو سنگترے چوس لیے۔ لباس کے لئے روئی ریشم پیدا کرلیا تو زینت کے لئے ہیرے جواہر نکال لئے۔ خشکی پر پانی پھیرنے کے لئے نہر ایجاد کرلی تو تری، روانی اور دریا پر آہنی پل اور بند ڈال دیئے۔ غرضیکہ ماں کے مخفی خزانوں کا یہ کلید بردار ہے اور دوسری ساری دنیا بے خبر۔

زمین کی طرح اپنی اندرونی استعداد میں اور قویٰ میں ہر وقت جوش زن۔ اک ذرا سی آبیاری کی ضرورت۔ پھر اتنے زور سے ابلے کہ الٰہی پناہ! ہر موسم کے لئے اور ہر فصل کے لئے الگ رنگ۔ ساری دنیا کاٹے اور کھائے، ختم ہونے نہیں پاتے۔ جس گھڑی دیکھو ایک نیا سبزہ (خیال) اگتا نظر آتا ہے۔ سچ ہے کہ یہ ہی عالم صغیر ہے

۱۔ ہر ایک کے لیے وہی آسان ہے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا۔ (الحدیث)

Marfat.com

اور سب کچھ اس کے اندر۔ کیا خوب فرمایا: وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۱؎

حقیقت میں دیکھو تو اس عالم صغیر کی وسعت اس عالم کبیر سے بہت زیادہ ہے۔ یہ سب کائنات اس کے ایک گوشہ میں پڑی ہے۔ پانی بھی چل رہے ہیں، پہاڑ بھی ہیں، مدرسے اور مسجدیں بھی دکھائی دے رہی ہیں۔ ایک ایک مدرسہ میں کتب خانہ اور ایک ایک کتب خانہ میں ہزاروں کتابیں۔ آگ کے شعلے، آبشاروں کے پانی، سب کچھ ایک تھوڑی سی جگہ میں موجود اور باقی فضا کی طرح خالی۔ سمجھ نہیں آتا کہ ہے کیا۔ ماں کی یہ حالت ہے تو ماں کے بیٹے کی شان پھر خدا ہی جانے اور اس کی قیمت وہی گنے گنائے۔ تیرا میرا یہ کام نہیں کہ اس جوہر گراں مایہ کی قیمت کا اندازہ کر سکیں۔ کسی اچھے بھلے احبار کے ا[illegible] کا کام دیکھو کہ صرف اپنے ایک چشمے کی بدولت دنیا کی سیرابی کہاں سے کہاں تک کر دیتا ہے حالانکہ اس کے اندر سینکڑوں چشمے ہیں (جن کے دہانے اپنی اغراض کے لئے بند رکھتا ہے) جو تیل کے چشموں کی طرح موجزن ہیں۔

یہ کچھ علمی زمین پر ہی کیا منحصر ہے بلکہ ہر انسانی زمین کے اندر اتنے ذخیرے ہیں کہ عمر بھر لٹائے تو ختم نہ ہو سکیں۔ مگر کہیں خوف سے، کہیں خوشی سے، کسی جگہ اپنی غرض سے اور کسی جگہ دوسرے کی اغراض کے لئے اندر ہی اندر کھول رہے ہیں۔ اگر ان بندشوں کے بند نہ ہوں تو ایک ایک دنیا کو غرق کر دے اور خود بھی تباہ ہو بیٹھے۔

پھر اگر ارضی زمین نباتات اور اشجار کے پودوں کے لئے موزوں ہے کہ اس کے بغیر پھل پھول نہیں آتے تو انسانی زمین روح کے پودے کے لئے مناسب اور موزوں۔ ارضی زمین مادی اشیاء کا گہوارہ ہے تو انسانی زمین روحی ہستیوں کا گہوارہ۔

۱؎ اور تم اپنے نفسوں کے اندر کیوں نہیں دیکھتے۔ (الذاریات ۵۱:۲۱)

Marfat.com

ارضی زمین کے تمام چشمے اور تمام معادن بیکار، جب تک کہ انسانی زمین کے ابلتے چشمے (خیالات) اور لبالب بھری ہوئی معادن ان کا ساتھ نہ دیں۔ گویا مثبت اور منفی کی دو برقی تاریں ہیں کہ مل کر شعلہ پیدا کرتی ہیں یا نر و مادہ ہیں کہ ان کے امتزاج سے عجائبات زمانہ کے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ تیل کے چشمے اس وقت تک نہیں ابلتے جب تک کہ انسانی تیل کے چشموں کی روانی کا رخ ان کی طرف نہ بدلا جائے اور نہ ہی انسانی تیل کے چشمے مفید ہو سکتے ہیں جب تک کہ ارضی چشموں کے ساتھ انہیں نہ بہایا جائے۔ ارضی زمین کے اندر ہزارون بلکہ لاکھوں قسم کے ذخائر اگر موجود ہیں تو انسانی زمین کے اندر بھی اتنے ہی بلکہ زیادہ۔ ماہر فن کے بغیر نہ زمین سے کوئلہ نکل سکتا ہے نہ چاندی سونا اور نہ لوہا تانبا۔ دور کیوں جاتے ہو، لکڑی اور مٹی تک استعمال کرنا مشکل۔ مگر سب سے عجیب کان انسانی دل ہے کہ اس کے کھودنے سے ارضی زمین کے علاوہ سماوی زمین کی تہہ کا بھی پتہ چل جاتا ہے اور وہ بھی بلا تکلیف۔ دماغی کان بھی نہایت عجیب و غریب واقع ہوئی ہے اور اس کے اندر سینکڑوں مختلف خزانے موجود ہیں لیکن اس کا دخل اسی وقت زیادہ مفید ہو سکتا ہے جب ارضی زمین کے ساتھ اسے وابستہ کر دیا جائے۔ اور جب اس ارضی زمین سے بالاتر کر دیا جائے تو پھر زیادہ تر بے کار۔

جو بیج زمین کے اندر سینچا جاتا ہے وہ زمین سے اپنی غذا مزاج کے مطابق حاصل کرتا ہے۔ گنا زمین کی مٹھاس چوستا ہے اور مرچ کا پودا زمین کی تلخی کھا کر مصالحہ بنتا ہے۔ گندم نشاستہ کھاتی ہے۔ اسی طرح روح بھی جیسی ہوتی ہے ویسی ہی غذا اپنی زمین تن سے حاصل کرتی ہے۔ نیک روح کی پرورش بھی تن خاکی نیکی سے کرتا ہے اور نیک ثمرات پیدا ہوتے ہیں اور بد روح اپنی زمین تن سے بدی چوس کر جوان

Marfat.com

ہوتی ہے اور کڑوے پھل دنیا میں مہیا کرتی ہے۔ جسم کی جتنی اصلاح کی جائے اتنی ہی روح کی بھی اصلاح ہوتی ہے۔ ایک بیمار وجود کی روح بھی بیمار ہوتی ہے۔ کیا نہیں دیکھا کہ بیمار چڑ چڑا ہو کر بولتا ہے اور صحت مند خوشی اور سرور سے۔

اگر تمہاری مرضی ہو کہ پودے (روح) کی اصلیت میں فرق آ جائے، کڑوا (بداخلاق) ہے تو میٹھا (بااخلاق) ہو نکلے اور میٹھا ہے تو کڑوا، تو زمین کی ماہیت جس طرح کھاد وغیرہ مصالحہ دینے سے تبدیل ہو جاتی ہے اور زیادہ کھٹا میٹھا ہو نکلتا ہے اور بدمزہ بامزہ ہو جاتا ہے، اسی طرح وجودی زمین کو کھاد وغیرہ دینے سے اندرونی پودے (روح) کی ماہیت کچھ نہ کچھ تبدیل ہو جاتی ہے۔ گو کہ بالکلیہ تبدیلی ناممکن ہے مگر بے سود نہیں، بلکہ نہایت مفید۔

Marfat.com

روح کے نئے عوارض

روح کی بابت کہتے ہیں کہ وہ بچپن اور پیرانہ سالی کی صفات سے بالاتر ہے اور یہ عارضے تن خاکی پر ہی وارد ہوتے ہیں۔ لیکن جب روحانی اثر ہر گھڑی اور ہر آن جسم پر مختلف طریقہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے اور چوٹی سے لے کر ایڑی تک، جسم کی حالت اس کے تابع تبدیل ہو جاتی ہے تو پھر کیا تعجب کہ بچپن اور پیرانہ سالی بھی اسی کے نشان ہوں اور اسی کے خط وخال کے عکس۔

انسان کے جسمانی قویٰ اور درخت کی جسمانی ساخت اس کے روحانی تغذیہ سے ہے۔ جب روحانی قوت کمزور ہو جاتی ہے تو غذا کی قوت بھی فائدہ مند نہیں رہتی اور وقت آتا ہے کہ روح کے اڑنے پر جسم کا رنگ بھی اڑ جاتا ہے۔ شمع کی لو کا دارومدار اس کی روح یعنی تیل پر ہے۔ جتنا تیز ہوا تنی ہی لو اور شعلہ بھی تیز اور جس وقت روح یعنی تیل کمزور رہ جاتا ہے تو اس وقت شعلہ بھی اور لو بھی کمزور۔ تیل ختم ہوا تو شعلہ بھی ختم۔

روح ایک قسم کی نہیں۔ انسانی اور حیوانی الگ، نباتی اور حجری الگ۔ ایک تازہ خشک لکڑی کی روح کی تازگی پر اس کا جسم توانا لیکن جوں جوں سال گزرتے

Marfat.com

ہیں تو روح کی کمزوری کی وجہ سے جسم بھی کرم خوردہ ہوتا جاتا ہے۔ اور نئی اور پرانی لکڑی کے جلنے جلانے اور دیگر فوائد میں بھی فرق۔ اگر اس خیال کو غلط کہو تو بھی جسم کمزور یعنی پرانی لکڑی کو جلاؤ تو اس کی روح بھی کمزور نکلے گی۔ پھر اس کی وجہ کیا؟ وہی کمزوریٔ روح۔

Marfat.com

آہ! حیف تیری نادانی

وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَo [1]

تیرا خالق اور اس زمین و آسمان کا والی کہے کہ ''میں نے تجھے اپنی جبہۃ سائی کے لئے بنایا اور تُو ہے کہ گھر گھر کی چوکھٹ پر پیشانی رکھتا ہے اور بوسے دیتا ہے لیکن اس کے دربار کی چوکھٹ پر جبہۃ سائی سے تجھے شرم۔ یاد رکھ اور سوچ۔ ہزار گھر کے طواف سے تجھے اس کے ایک گھر کا طواف آسان اور لاکھوں کے سامنے سر خمیدہ کرنے سے صرف اس ایک وحدہ لاشریک کے سامنے سرخم ہونا لاکھ درجہ بہتر اور تیرے لئے باعث آرام و عزت۔ کوئی جانور کسی ہم جنس کے در پر نہیں جاتا لیکن ایک تُو ہے کہ اشرف المخلوقات ہو کر اپنے ہی ہم جنسوں کے در پر جاتا ہے اور سر بسجود ہو کر بندر کی طرح سلام کرتا اور کتے کی طرح دُم ہلاتا ہے۔ آہ! حیف تیری نادانی۔

۱۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الزاریات ۵۱:۵۶)

Marfat.com

نفس کی چکی

آٹا میدہ کرنے کے لئے جس طرح چکی کی ضرورت ہے، اسی طرح نفس کے میدہ اور کارآمد بنانے کے لئے بھی چکی کی ضرورت ہے۔ اور جس طرح چکی پتھر کے دو پاٹ کے بغیر کام نہیں کرسکتی، اسی طرح اس چکی کے لئے بھی دو پاٹ ضروری۔ ایک بیوی اور دوسرا رہبر کامل۔

Marfat.com

ترتیل اور تدبر

جسم کو فربہ اور قوی کرنے کے لئے تو باداموں کے چھلکے اتار کر مغز کو کھاتے ہیں لیکن روح کو طاقتور بنانے کے لئے مغز کو گٹھلی کی صورت میں نگل لیتے ہیں۔ گو وہ تکلیف نہیں دیتی اور کسی قدر مفید۔ لیکن تو مغز نکال اور گٹھلی چبا چبا کر کھا کہ تیری روح کو تقویت اور تیرے دل کو لذت ملے۔

اول قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کر۔ پھر معنے سمجھ کر کئی بار دُہرا۔ یہاں تک کہ لذت اور کیفیت پیدا ہو کر تجھے سرمست بنا دے اور تمام تفاسیر سے تجھے بے نیازی حاصل ہو۔ اسے ہی ترتیل [1] اور تدبر [2] فرمایا۔ پھر تجھے نہ کوئی اشکال رہے گا، اور نہ کوئی اختلاف۔

۱۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًاo اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ (المزمل ۷۳:۴)

۲۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ (محمد ۴۷:۲۴)

Marfat.com

لوحۂ دل

نیکی اور بدی کی تمیز کے لئے تو نے سینکڑوں کتابوں کے ہزاروں ورق الٹے لیکن ابھی تک تیری وہی حالت جو کبھی پہلے تھی۔ آ اور ذرا اپنے ہی لوحۂ دل پر ایک نظر ڈال کہ تجھے پھر کسی کتاب کی احتیاج نہ رہے۔ چاند اور سورج، رات اور دن، زمین اور آسمان میں جتنا فرق تیری آنکھ دیکھتی ہے، اتنا ہی یہ آئینہ نما صحیفہ نیکی اور بدی میں فرق دکھاتا ہے۔

Marfat.com

بے چینیٔ دل

تیری بے چینیٔ دل تجھے کسی کام (خواہ دینی ہو یا دنیوی) میں لطف اٹھانے نہیں دیتی، تو اس کا واحد علاج اس کی یاد ہے۔ اور جب تک تو یہ علاج نہ کرے گا آخری دم تک تجھے اس سے نجات نصیب نہ ہوگی اور تیری تمام زندگی بے مزہ گزرے گی۔

Marfat.com

انعکاس

جس طرح آئینہ دار کمرے کے اندر سے باہر اور باہر سے اندر روشنی دکھائی دیتی ہے، اسی طرح ٹھیک تیرے ظاہر کی باطن پر اور باطن کی ظاہر پر روشنی پڑتی ہے۔ باطن صاف رکھ کہ ظاہر صاف نظر آئے اور ظاہر پاک بنا کہ باطن پاک ہو۔ تیری ظاہری حالت تیرے باطن کو بتلا رہی ہے اور تیری باطنی نیت تیرے ظاہر پر عیاں۔ اس کے سوا اگر تو زبان سے کچھ کہتا ہے تو وہ جھوٹ اور بے معنٰی ہے۔

تُو اپنے ماحول اور گرد و پیش کے لوازمات کو خوش منظر بنا کر اپنے باطن میں خوش منظری پیدا نہیں کر سکتا ورنہ تو کبھی مغموم نہ ہوتا۔ تُو اپنے اندر باغ لگا کہ تیری نظارگی ہمیشہ تازہ رہے اور تُو خوش۔ تیرے ماحول کو تیرے اندر سے کچھ واسطہ نہیں اور تیرا باطن تیرے ماحول سے بے نیاز۔ کبھی تو صحرائے لق و دق میں خوش اور کبھی گلستان نو بہار میں محزون اور مغموم۔ اگر تجھے اطلاع ملے کہ تیرا بھائی مر گیا اور در حقیقت وہ نہ مرا ہو یا تجھے کوئی خبر دے کہ اتنا روپیہ تمہیں فلاں لاٹری سے مل گیا اور دراصل یہ نہ ملا ہو تو تجھے کیوں غم اور خوشی لاحق ہو جاتی ہے حالانکہ تیرے ماحول میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اگر تیرے عمل اچھے ہیں اور خیال بد تو تیری صورت اچھی

Marfat.com

لیکن بے معنیٰ اور اگر تیرے خیالات اچھے ہیں اور اعمال بد تو تیرا معنیٰ اچھا مگر صورت بد اور اگر صورت و معنےٰ دونوں مطابقت کھا جائیں تو تُو اکسیر ہے، جو چاہے سو کر۔

کوئی بھی صرف بے معنٰی لفاظی کو پسند نہیں کرتا خواہ کتنی ہی مقفّٰی ہو اور نہ ہی معنٰی جلوہ گر ہو سکتا ہے جب تک الفاظ نہ ہوں۔ اس لئے تیرے اعمال کے لئے تیری نیت پاک اور خیالات بلند درکار ہیں اور تیری پاک نیت اور بلند خیالات کے لئے تیرے اعمال نہایت ضروری، ورنہ تُو ہیچ۔

Marfat.com

خود کردہ را علاجے نیست

ماں کو بچے سے جو الفت اور محبت ہے وہ کسی دوسری چیز میں نہیں۔ ماں کی سب سے بڑی تمنا اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ بیٹا جورو بیاہ کر لائے اور اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے ہزار در ہزار مصائب اٹھاتی ہے۔ کبھی خویش و اقارب کا جمگھٹا اور کبھی تعویذ گنڈوں کا گٹھا اکٹھا کرتی پھرتی ہے۔ آخر میاں بیوی کے خون پسینہ کی کمائی خرچ کر کے بیٹے کی شادی رچائی جاتی ہے اور وہ دولہا بن کر دلہن بیاہ لاتا ہے۔

پہلے چند دن تو اس نو وارد مہمان پر اپنی پوری سرگرمی سے خرچ کر کے اس کا دل لبھانے کی تدبیر کرتی ہے لیکن جوں جوں یہ نو وارد گھریلو ہوتی جاتی ہے یہ بد بخت اس سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ آخر وہ دولہا دلہن سے گزر کر میاں بیوی ہو جاتے ہیں تو یہ پھر اسے دیکھ بھی نہیں سکتی اور بات بات میں اس سے بگڑنا شروع کر دیتی ہے اور بیٹے کو وہ کچھ کہنا شروع کرتی ہے جو تہذیب تو تہذیب رہی بے تہذیبی بھی جس کی اجازت نہ دے، تا کہ بیٹے کا دل اس سے بگڑ جائے اور وہ اس سے ناچاقی پیدا کرے۔

یہ سب کچھ کیوں؟ صرف اس لئے کہ اس نے بھی اس کے دائرہ اختیار میں اپنا تصرف کرنا چاہا اور اس کی جگہ ملکہ کہلانا شروع کیا۔ اماں بیچاری یہ نہیں سمجھی کہ میں تو

Marfat.com

خود اس کو ملکہ بنا کر لائی تھی اور اب یہ رونا دھونا فضول۔ خود کردہ را علاجے نیست۔[1]

ادھر اس نو وارد مہمان کو یہ نہیں سوجھتی کہ کل تک تو میں اس گھر سے واقف نہ تھی اور نہ صاحب خانہ کی تعلقدار۔ ماں نے جنا، دودھ پلایا، تین چار سال اٹھائے پھری اور زاں بعد اپنا تمام زر و مال اس کی تربیت میں اور تمام شب و روز اس کی خدمت میں بسر کر ڈالے۔ تب جا کر یہ گوشت کا لوتھڑا اس دلفریب قد و قامت کا نوجوان ہوا کہ میری نسبت اس سے ٹھہری۔ آگ لینے آئی اور گھر کی مالک ہو بیٹھی۔ چند دن کا صبر درکار ہے۔ بال سفید ہو چکے ہیں اور جسم میں ناتوانی آ گئی ہے۔ آج یا کل یہ بیچاری خود بخود اپنا تصرف اٹھا لے جائے گی اور تو قابض ہو جانا۔ پرانے جائیں گے تو نئیوں کی باری خود بخود آ جائے گی۔

ساتھ ہی بڑھیا بھی خیال کرے کہ اس ناگزیر سے تو چارہ نہیں۔ اپنے ہاتھ سے اختیار نہ دوں گی تو نوجوان خود بخود اختیار سنبھال لے گی۔ پھر سوائے حماقت کے کیا فائدہ۔

---

[1] اپنے کیے ہوئے کا کوئی علاج نہیں۔

Marfat.com

حسن

بہت لوگوں کو حسن کی تلاش میں سرگرداں پایا اور کئی ایک کو دیکھا کہ بن تلاش کسی سیاہ فام بدصورت غیر مناسب اعضا پر عاشق نظر آتے ہیں۔ کوئی گول چہرہ پسند کرتا ہے تو کوئی بیضوی چہرے کا دلدادہ ہے۔ ایک نیلی آنکھ کی تعریف میں رطب اللسان ہے تو دوسرا اسے زُرق العین کہہ کہ سیاہ آنکھ کا شیدائی۔ کسی کے نزدیک گول گول آنکھیں ہرن کی آنکھوں کی طرح موزوں تو دوسرے کے ہاں بادامی آنکھیں پسندیدہ۔ چینی نے پستی قد، آہو چشم، چپٹی ناک پر اپنی موزونیٔ طبع خرچ کی ہے تو ایرانی سرخ رنگ، دراز قد، بینی تیغ برّاں میں نغمہ نواز۔ ہندی گندم گوں رنگ پر جان دیتا ہے تو ترکی سفید و سرخ پر اور حبشی سیاہ پر۔ غرض جسے بھی دیکھا اس نے حسن کی اپنی الگ ہی تعریف کی، جس سے یہ نتیجہ نکل آیا کہ درحقیقت حسن کی ماہیت کچھ نہیں۔

دوئم یہ کہ کبھی ایک شکل پسند آتی ہے کبھی دوسری۔ گاہے ایک مرغوب گاہے دوسری۔ بری سے بری چیز بھی کبھی بھلی اور خوبصورت معلوم ہونے لگتی ہے اور کبھی اچھی سے اچھی صورت بھی ناپسند۔ آخر اس کی وجہ کیا؟

Marfat.com

واقعی اگر خوبصورتی کوئی چیز ہوتی تو یہ تبدیلی ہرگز نہ ہوتی، بلکہ خوبصورتی یا بدصورتی اپنے ہی اندر ہے۔ جس حسن کی تربیت اندر کامل ہو جاتی ہے وہی حسن کسی دوسرے کے ذریعے آنکھوں کا سرور بنتا ہے اور دل کا عشق۔

جوان جب نشۂ جوانی میں مخمور ہوتا ہے تو اس کو اپنی جوانی کا حسن شیدائی بنا کر کسی دوسرے جوان پر منعکس ہوتا ہے۔ ایک پیر فرتوت کے اندر جب نیک خصائل کا حسن پیدا ہو جاتا ہے تو نیک خصائل انسان کی تلاش پڑ جاتی ہے خواہ وہ ظاہری حسن میں کتنا ہی کم ہو۔

کسی بیماری یا غم کی وجہ سے اپنا اندرونی حسن کم ہو جاتا ہے تو نمائشی حسین بھی اسے کم حسین نظر آنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ اندر کا ظرف اس جنس گراں سے بالکل خالی ہو جاتا ہے تو ظاہری دنیا سے بھی اس کے لئے حسین رخصت ہو جاتے ہیں۔ غور سے دیکھو کہ اگر دراصل حسن کوئی حقیقت ہوتی (جیسا کہ عام خیال ہے) تو پھر کسی ایک حسین کے دام زلف میں سب گرفتار نظر آتے اور دنیا کا سلسلہ تباہ و برباد ہو جاتا کہ ایک معشوق اور لاکھوں عاشق۔

دور کیوں جاتے ہو۔ لباس ہی پر نظر دوڑالو کہ اگر کوئی خاص وضعی صورت ہوتی تو لباسی اختلاف تو مٹ جاتا۔ اور نہیں تو ایک قوم ایک خطہ کی رہنے والی تو ایک جیسا پسند کرتی۔ کسی کے سر پر ٹوپی ہے تو کسی کے سر پر پگڑی۔ پھر ایک کی پسند دوسرے کو ناپسند۔ جس کی وضع دیکھو نرالی۔

عام خیال ہے کہ عورت ذات مرد ذات سے خوبصورت ہے۔ لیکن مشاہدہ اس کے برخلاف نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ چارپایوں میں سے گھوڑا اور گھوڑی، بیل اور

Marfat.com

گائے، بکرا اور بکری، اونٹ اور اونٹنی، شیر اور شیرنی، ہاتھی اور ہتھنی، لومڑ اور لومڑی وغیرہ اور پرندوں میں سے مرغ اور مرغی، مور اور مورنی، بٹیر اور مادہ بٹیر، کبوتر اور کبوتری، تیتر اور تیترنی، چڑا اور چڑیا، نر باز اور مادہ باز وغیرہ دیکھو تو صاف پتہ لگتا ہے کہ گھوڑا گھوڑی سے، بیل گائے سے، بکرا بکری سے، مرغ مرغی سے اور مور مورنی سے کتنے درجہ خوبصورت ہے۔ سو مرد سے عورت ذات خوبصورت کیونکر؟ ہاں مردوں کی آنکھ میں ہو تو ہو۔

حسن کی لذت سے آشنا ہونا چاہتا ہے تو اپنے اندر حسن پیدا کر۔ ورنہ تمہاری دل لگی کے لئے ساری دنیا میں کوئی حسین نہیں۔

پھول بلبل کو اپنے حسن کا متوالا نہیں کرتا بلکہ بلبل کی فطرت جوش کھا کر ترنم نوا ہوتی ہے۔ شمع میں بے تابی پیدا کرنے کا سوز ہوتا تو پروانہ کے سوا بھی تو کوئی دوسرا پروانہ وار نثار ہوتا۔

دانہ اپنی دلفریبی سے ہرگز گرفتار دام نہیں کر سکتا جب تک پرندہ کی خواہشِ باطنی جوش نہ کھائے۔ بلبل کو گل سے، پروانہ کو شمع سے اور پرندہ کو دانہ سے وہی تعلق اور نسبت ہے جو دیا سلائی کو رگڑ سے۔ اسی طرح تیرا شعلۂ باطنی بھی اس وقت شعلہ افروز ہوگا جب اس کے لئے ظاہری حسن رو پیدا کرے گا ورنہ ہنڈیا اندر ہی اندر ابلتی رہے گی۔

Marfat.com

غرض حیات

ہر چیز کی بناوٹ اس کی غرض پر شاہد ہے۔ گھوڑا، گائے، اونٹ اور بکری جاندار، سونا، لوہا، تانبا اور زمین وغیرہ بے جان چیزیں انسان دیکھتا ہے تو فوراً اس کی غرض و غایت دل پر جاگزیں ہوتی ہے۔ نادان سے نادان بچے سے پوچھو تو وہ بھی گھوڑے گائے کی غرض بتلا سکتا ہے۔

بے شک بعض ایسی اشیاء ہیں جن کی غرض موٹی عقل والوں کو معلوم نہیں لیکن باریک بیں جانتے ہیں اور کچھ ایسی اشیا بھی ہیں جن کی غرض و غایت ابھی تک تیز تر عقل والوں کو بھی معلوم نہیں مگر یہ سب تسلیم کریں گے کہ کچھ کام کی چیز تو ہے لیکن ابھی یہ عقدہ حل نہیں ہوا کہ کس غرض کی۔

صد افسوس! کہ اس باریک بیں انسان نے سب اشیا کے اغراض اور مفادات تو معلوم کر لئے لیکن ابھی تک اس پر یہ راز نہ کھلا کہ میری اپنی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے۔

گو بیسیوں حیلے کر کے سینکڑوں جواب ہو سکتے ہیں لیکن میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہاری غرض حیات کیا ہے۔ عام انسان سے تمہیں کیا غرض۔

Marfat.com

میں نے تیس سالہ زندگی تک تو کبھی اس سوال کا خیال بھی نہیں کیا تھا لیکن جب مجھے ہوش آئی تو میں ابھی تک اس سوال کے حل کرنے کے در پئے ہوں مگر تا حال یہ راز مجھ پر کھل نہ سکا۔

صاحب علم عقلا سے دریافت کیا تو وہ بھی جواب دینے سے عاجز۔ کسی نے کچھ سینہ زوری سے کہا بھی تو غلط۔ کیونکہ اگر انہیں اپنی غرض حیات معلوم ہو جاتی تو پھر وہ زندگی بھر اس غرض کی تکمیل کے لئے اپنے تمام اوقات صرف کرتے اور کسی ایک فن کے ہو نکلتے اور ہو رہتے۔

ماں باپ اپنے بچہ سے کوئی خاص مطمح نظر رکھ کر اس کی تربیت کرتے ہیں لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد وہ دوسری تربیت کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے خیال میں اپنی تربیت کے مطابق اپنی غرض جانتا ہے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد واقعات کی تبدیلی سے وہ کہیں سے کہیں جا نکلتا ہے۔ پھر فرمایئے وہ غرض کہاں رہی۔

میں سمجھتا ہوں کہ جس نے اپنی غرض حیات کو پالیا اس نے سب کچھ پالیا۔ اس لئے ہر انسان کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیے کہ اپنی غرضِ زندگی معلوم کرے اور زاں بعد کچھ اور۔ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ مجھے اس لا ابالیانہ زندگی کی وجہ صرف غرضِ حیات معلوم نہ کرنے سے واضح ہوگئی ورنہ نہ مجھے فلسفے کی درسگاہوں نے اس طرف متوجہ ہونے کی مہلت دی اور نہ عمر کے مختلف مدارج اور مختلف طریقوں سے زندگی بسر کرنے سے میں ادھر متوجہ ہوا۔

ماں باپ کا خیال تک بھی نہ تھا کہ بچہ بڑا ہو کر نوکر ہوگا اور نہ میں نے کبھی یہ خیال کیا تھا۔ گھر میں دینی تعلیم کے لئے مجھے تیار کیا گیا لیکن ہوش آئی تو قانون

Marfat.com

میرا متوجہ الیہ ہو گیا۔ مگر امتحان سے فراغت نہ پائی تھی کہ اپنے پاؤں ملازمت میں بند پائے۔ دس سال کی طویل ملازمت کے بعد جب تمام لوازماتِ ملازمت عمدہ طور پر مہیا ہو گئے اور اچھی خاصی تنخواہ ملنے لگی تو گھر کے چبوترہ پر اپنے آپ کو پایا۔

کالج کے ہمدرس ملتے تھے کہ یہ کہاں جا نکلا۔ پھر ملازمت کے ہم جنس حیران کہ اسے کس رو نے ہماری صحبت سے نکال دیا۔ اس کے بعد خود مجھے تعجب کہ اب میں طوفانِ زندگی میں کتنے اور چکر کھاؤں گا۔

اس فقر و قناعت کے تختہ پر آنے سے بھی آرام نصیب نہ ہوا اور ابھی روزانہ ''غرض حیات'' کے رخ بدلتے دیکھتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ عام انسانی ہستی کے لئے تو عقدہ کشا ہے کہ جن و انس صرف عبادت کے لئے پیدا کئے گئے لیکن میری نفسی حیات کا معمہ بدستور صیغۂ راز میں۔ ممکن ہے کہ اصل ''غرض حیات'' تو وہی ہو اور باقی سب کچھ اس کے تابع۔ جس طرف زندگی لے چلے اس طرف چلتے بنیں۔ اور یہی درجہ ہو تسلیم و رضا کا۔

ذخیرہ

Marfat.com

شمع دل

دل کی روشنی کچھ ایسی تیز ہے کہ تو فضول اس پر مختلف رنگ کے نقاب ڈال کر اسے مدہم یا تیز دکھانا چاہتا ہے۔ یہ شمع اگر مضطربانہ حالت میں ہو تو گلوب (فوارہ) خاکی سے برابر آنکھوں میں نمودار۔ اور اگر سکون اور صفائی سے جلے تو باہر کی روشنی بھی صاف اور پرُسکون۔ نوری رنگ دے تو باہر بھی نور ہی جلوہ نما ہو۔ ناری ہے تو آنکھوں میں آگ کے چنگارے اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ غرض سر سے لے کر قدم تک ہر جگہ سے وہی شعاع نظر آتی ہے جو دل کی شعاع ہے۔

ہزاروں بظاہر نوری (اتقا کا) لباس بغل گیر کئے ہوئے مر گئے مگر کسی نے یہ نہ کہا کہ نوری فرشتے تھے بلکہ صاف یہ کہہ دیا کہ ناری تھے، نار ہی میں چل بسے۔ دوسری طرف نوری دل مختلف قالب میں عمر بسر کر گیا تو فرشتے بھی آواز دیتے ہیں کہ نور تھا، واصل نور رہوا۔

پھر معلوم نہیں کہ ہم تم کیوں ریاکاری کے منازل طے کرتے ہیں۔ راز داں تو خود واقف تھا۔ اپنے ہم جنسوں کو دھوکا دے نہ سکے تو پھر اتنی مصیبت کاہے کو۔

موجودہ صدی کی ایجادات نے اس حقیقت کو اور بھی منکشف کر دیا کہ جب

Marfat.com

''ایکسرے'' سے گوشت پوست اور اندرونی ہڈیوں کا عکس ایک ظاہر لمپ سے لیا جا سکتا ہے تو اندرونی شعاع کیونکر باہر دکھائی نہ دے۔

معصومانہ اور مجرمانہ دل کی حالت صاف چہرے بشرے پر عیاں۔ جذبات کا مطالعہ رکھنے والا انسان فوراً سب کچھ بتلا سکتا ہے۔ بلکہ ایک معصوم لڑکا بھی اپنی ماما کی قلبی محبت اور اس کی پریشانیٔ دل کی کیفیت دیکھ کر آگے بڑھتا یا جھجکتا ہے۔ نوجوانوں کو ''محبت'' کی اتنی تاڑ ہے کہ نگاہ ناز کی ابرو ہی دیکھ کر معشوق کے دل کا مطالعہ کر لیتے ہیں۔ لیکن تُو ہے کہ کہتا ہے کہ خدا کے سامنے ہاتھ پاؤں کیونکر گواہی دیں گے؟

بریں عقل و ہمت بباید گریست

اس روشنی کا دوسرا کرشمہ بھی دیکھ کہ ایک سیاہ دل بدکار یا بدمعاش کے دل کی تپش اور شعاع اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ اس کے ظاہری وجود پر اس کا پورا اثر ہوتا ہے بلکہ اس کے دوسرے لوازمات مثلاً لباس وغیرہ بھی وہی بدکاری کا رنگ دیتے ہیں حتیٰ کہ جہاں کہیں اس بدکاری کا تخم ہوتا ہے فوراً تر و تازہ ہو کر اس سے آ ٹکراتا ہے اور ''ولی را ولی می شناسد'' کا مسئلہ پورا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہا گیا کہ برے کی پرچھائیں سے بھی بچنا چاہیے۔ جہاں اس قسم کا بدطینت اور سیاہ دل آ جاتا ہے وہاں کی تمام فضا اس مرض لا دوا میں مبتلا ہو جاتی ہے، خواہ دلِ مرد ہو یا دلِ زن۔

علیٰ ہذا القیاس کوئی پاک دل اگر آن نکلے تو اس کی تپشِ دل بھی وہی رنگ پیدا کر دیتی ہے اور اپنے تن خاکی سے گزر کر اپنے ماحول پر تیز تیز عکس ڈال کر اپنا متاثر بناتی ہے۔ فرق ہے تو اتنا کہ اس کا گرد و نواح اس کی تاثیر لینے کے لئے اتنا تیار نہیں

ا۔ ایسی عقل اور ہمت پر رونا چاہیے۔

Marfat.com

جتنا کہ پہلے کا۔ اُس کے لئے زمانۂ حاضرہ میں ہزاروں ہم جنس اس کا اثر قبول کرنے کے لئے مستعد، اور اس کا اثر قبول کرنے کے لئے میدان بہت تنگ۔ یہی وجہ ہے کہ نیک صحبت کا اثر دیر کو ہوتا ہے اور بد صحبت کا اثر نہایت جلد اور تیز۔ ورنہ اتنا تو عام مشہور ہے کہ

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند[1]

ا۔ نیک کی صحبت تجھے نیک بنا دیتی ہے اور برے کی صحبت برا بناتی ہے۔

Marfat.com

جوشِ دل

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ہُو

دل کے سمندر میں ہر وقت اتنا ہیجان اور جوش رہتا ہے کہ کسی نے کم ہی سنبھالا ہوگا اور اس کے ابلتے ہوئے خیالات کے چشمے ہر طرف بہتے نظر آتے ہیں۔ جب کبھی کسی نے کوشش کیبھی تو اکثر بے سود۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے سیرابی کم ہوتی ہے بلکہ سارے عالم میں قدرے قدرے پھیل کر بے فائدہ ہو نکلتا ہے۔

اگر پوری کوشش سے اس کی چو طرفہ بلکہ چھ طرفہ ناکہ بندی کر لی جائے تو اس بحرِ ذخار میں وہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ بجلی میں بھی نہیں ہوتی اور جس چیز سے اسے ٹکرا جائے وہ چور چور ہو کر اس کی تہہ نشیں ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں کے تم بڑے بڑے کام سنتے ہو انہوں نے اسی طاقت سے کام لیا اور اس چھوٹے سے حوض کے تلاطم نے وہ رو پیدا کی جو سمندر سے نہیں ہو سکتی۔

ریل، جہاز اور طیارے سب اسی کی ادنیٰ کرشمہ سازی ہے۔ اجمیری، نظامی اور سرہندی اسی کے بنائے ہوئے بندے۔ غرض یہ اعجوبۂ روزگار اتنا ارزاں کہ کسی کو کسی دوسرے کے پاس جانے کی ضرورت نہیں کہ یہ تنِ خاکی کے اندر نہایت حفاظت کے

Marfat.com

ساتھ موجود ہے۔ ریل انجن تو کیا، بچوں کی ریل گاڑی کی قیمت بھی ادا نہ کرنی پڑے اور کام وہ کہ سینکڑوں گھوڑوں کی طاقت والے انجن سے جو نہ ہو سکے وہ یہ کر دکھائے۔

خدارا اس کے بے پایاں سمندر کو ضائع نہ کر۔ مفت ملا ہے تو خدا کا شکرادا کر اور اس سے وہ کام لے جو تیرے لئے باعثِ عزت وفخر ہو، نہ یہ کہ تو ذلیل اور خوار ہو کر ہمسروں اور ہم عصروں کی آنکھ میں ذلیل ہو بیٹھے۔

تیرا دل ایک ہے۔ خواہ ظاہری حسن پر قربان کر خواہ باطنی پر۔ تیری آنکھ ایک طرف ہی دیکھ سکتی ہے۔ باطن کی سیر کرے تو، ظاہر کا تماشہ دیکھے تو۔ خواہ اندر دیکھ خواہ باہر۔

پھول کا شیدائی ہے تو کانٹوں سے نہ ڈر۔ عاشق کہلا کر رسوائیوں سے کیوں ڈرتا ہے۔ ڈر ہے تو نہ عاشق ہے اور نہ عاشق کہلا۔

ایک پھول کے لئے سینکڑوں کانٹے جھیلنے پڑتے ہیں اور اس پر باغبان کا خوف الگ۔ تیرے لئے بھی سینکڑوں مصائب کے سوا باغبانِ قدرت کا کوڑا سر پر۔ طلب چھوڑ کہ مطلوب خود تجھے آ ملے۔

بچپن میں تُو بے طلب تھا تو بلا طلب تیرے لئے سب کچھ مہیا تھا۔ تیرے اٹھانے کے لئے خوبصورت پریاں اپنے اپنے ہاتھ بڑھاتی تھیں اور تو پرواہ تک نہ کرتا تھا۔ لیکن جب تُو نے حسن و جمال کے لئے آنکھ اٹھائی تو تیرے سایہ سے بھی بھاگتی ہیں۔

لیلیٰ گھر گھر پھرتی ہے لیکن مجنوں کو اتنا بھی نصیب نہیں کہ دور سے ہی اس کے جمال کو ایک نظر دیکھ پاتا، کیونکہ وہ اس کا طالب تھا۔

نیاز مند کا کون سہارا ڈھونڈھتا ہے۔ جو خود نیاز مند ہو اس کو کون قبلۂ حاجات جانے۔ تُو بے نیاز ہو کہ تمام دنیا تیری نیاز مند ہو کر تیری غلامی کرے۔

Marfat.com

آبِ حیات

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْراً وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْراً[1]

بادل کی کالی گھٹا اٹھتی ہے اور ابرِ رحمت ہو کر خشک بنجر زمین اور میدان کو سیراب کر دیتی ہے۔ ایک دو دن کے اندر یہ تمام صحرا اور میدان سبزہ زار بن جاتے ہیں۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ہر قطعہ، ہر میدان اور ہر کھیت میں الگ الگ نباتات اور بعض کھیتوں میں سینکڑوں مختلف انگوریاں۔

پانی تو ایک تھا اور زمین بھی ایک لیکن یہ نباتات الگ الگ کیوں؟ ہاں تخم کا اختلاف ان کے اختلاف کا باعث ہے۔ جتنے مختلف بیج مردہ ہو کر زمین کے اندر تھے وہ آبِ حیات کے برسنے سے زندہ ہو پڑے۔ اسی طرح یہ روحانی بارش بھی کشتِ انسانی میں زندگی کا باعث ہے اور جو جو تخم کسی کے اندر ہے وہ اس کے نیچے سے پھوٹ نکلتا ہے اور ہر ایک کی طبعٔ زمین کے لئے باعثِ رحمت، خواہ دیندار ہو یا بے دین۔ کافر کے کفر کے لئے زندگی اور مسلم کے ایمان کے لئے آبِ حیات۔ اس لئے خدائے حکیم نے خود فرما دیا: یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْراً وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْراً۔ اب اس کے سرچشمۂ رحمت اور آبِ حیات ہونے میں تجھے کیا شک۔

۱۔ وہ اس کے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔ (البقرہ۲:۲۶)

Marfat.com

لباس عریانی

لباس کی غرض وغایت تو یہ تھی کہ انسان کے جسمانی نقائص اور اس کے جمال پر پردہ رہے تا کہ اپنے ہم جنس کو نہ نفرت پیدا ہو اور نہ ہی جذب۔

زمانے نے ترقی کی تو ولائیتوں نے ایسے لباس ایجاد کیے کہ حسن و جمال کی جھلک تو نکلے لیکن زشتی چھپی ہی رہے۔ چست لباس اور باریک عمدہ لباس اس کا نمونہ، لیکن تہ بتہ ہونے کی وجہ سے اصلی رنگ و روپ سے ستر داری۔ مگر آج دیہاتی تہذیب نے یہ گل اور بھی روشن کر دیا کہ زنانہ لباس سیاہ ململ کے پردہ میں ایسا براق کہ گورے چٹے وجود کے خط و خال تک نمایاں کر کے باطنی کیفیات سے بھی بہرہ ور کر دیتا ہے۔ اور پھر اس خوبی سے جیسے لاجوردی تخت پر سنہری آفتاب اور بقول جامی ''قبہ ہائے انور کی نورانیت سے تمام عالمِ حسن منور''

دیکھئے اب حصۂ اسفل کے لئے کیا ایجاد ہوتا ہے کہ عالم بالا کی تمام کثیفی اشیا دور ہو کر حقیقت جوہری آفتاب کی طرح درخشاں ہے۔ اشتیاق ہے تو چاہ ظلمات کا۔ پہلے تو شاعر اسی پر اکتفا کرتے تھے کہ

Marfat.com

سینہ ابھرتا جاتا ہے دوپٹہ سنبھالئے

اب دیکھئے کہ اصلی حقیقت پر فطرت آشنا کیونکر بولتے ہیں اور کس انداز سے اس کی وضع تراشتے ہیں۔

Marfat.com

عقل

خوش قسمت اور خوشحال ہیں وہ ہستیاں جنہیں عقل تھوڑی دی گئی۔ عقل کا مادہ عقالہ ہے۔ جس رسی سے اونٹ گائے کو باندھتے ہیں عقالہ کہلاتی ہے۔ عقل انسانی قید ہے۔ جتنی زیادہ، اتنی قیود زیادہ۔ اور انسان ہر وقت ہراساں اور لرزاں۔ کہیں دین کا اسے خوف دامن گیر ہوتا ہے تو کہیں دنیا کا ڈر اس کے سامنے۔ ہر گھڑی اس کے سامنے لاکھوں بے تعداد بھوت۔ ایک قدم رکھتا ہے تو سینکڑوں دفعہ آگے پیچھے نظر دوڑاتا ہے۔ پھر بھی خوف زدہ۔

ہزاروں کامیابیاں اس کے سامنے سربسجود ہوں تو بھی یہ پژمردہ۔ مبادا کوئی اچانک مصیبت پڑ جائے اور کیا کرایا برباد ہو جائے۔

دشمن پر غالب ہو کر بھی مغموم کہ شاید کبھی میری بھی یہ حالت اور یاری ہوگی۔ وہ مر جائیں تو بھی دردناک آواز سے کہتا ہے۔

ترا بمرگِ عدو جائے شادمانی نیست
کہ زندگانی ما جاودانی نیست[1]

جب سے ہوش سنبھالی اور اِس نے دماغ میں جگہ پکڑی اسی دن سے سکھ دکھ

ا۔ دشمن کی موت تیرے لئے خوشی کا مقام نہیں کہ ہماری زندگی بھی ہمیشہ نہیں رہے گی۔

Marfat.com

سے بدل گئے اور خوشی غم سے۔ ہنستا بھی ہے تو رونے کی صورت میں اور خوش بھی ہوتا ہے تو اندیشناک حالت میں۔ قہقہے چھوڑ اب مسکرانا بھی اسے معیوب نظر آتا ہے۔ ہمیشہ متین اور فکر مند۔

ناجائز کاموں میں تو کیا، جائز امور میں بھی پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔ وصل کی گھڑی میں بھی یہ ہوش دار اپنے ہوش میں اس قدر سرگرم کہ کبھی اپنی متانت سے مرعوب اور کبھی معشوقۂ دلفریب کے فریب سے خاموش۔ اسے کسی پر اعتماد نہیں۔ بال بچے تک اس کے غیر معتبر ذمہ دار۔

خود تو سخت ڈرپوک ہے لیکن جب اسے پوری قوت مل جائے تو پھر جذبات کی وہ بربادی کرتی ہے کہ نام تک نہیں چھوڑتی اور سب پر مسلط ہو کر ان کی آزادی سلب کر کے انسانی قویٰ پر زبردست حکومت قائم کرتا ہے اور وہ اس کے حکم کے بغیر ایک حرکت بھی نہیں کر سکتے۔ اس پر اپنی تعریف سے لبریز ہو جاتا ہے اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرتِ عقل اور اس کے فرمانبردار قویٰ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کر حاکمیت ومحکومیت کا خاتمہ کر بیٹھتے ہیں۔ واہ رے تیری عقل!

جیل خانہ یا ریل گاڑی میں کئی بار نظر آیا ہوگا کہ سیاہ وردی والوں نے کسی ہٹے کٹے موٹے اور تازے نوجوان کے ہاتھ ہتھکڑی سے جکڑ رکھے ہیں اور پاؤں میں بیڑیاں۔ لباس ہے تو بھورے کا اور وہ بھی گھٹنے سے اوپر۔ سر پر ٹوپی اور وہ بھی گوشے دار۔ گلے میں طوق اور اس پر دس سال قید کی تختی۔ گھر سے دور، کالے پانی کا حکم۔ مگر کیا مزے سے گاتا جاتا ہے، اور وہ بھی طرب انگیز۔ اگر اس کی مجرمانہ حالت پوشیدہ کر دی جائے تو کسی ایک کو بھی پتہ نہ چلے کہ کس حالت میں، کتنی مدت کے لئے اور کس جگہ

Marfat.com

اسے لے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف قالینوں سے مفرش کمرہ، اس پر گدے دار کرسیاں، سامنے دروازہ اور کھڑکیاں، پہلے چکیں اور پھر پردے۔ صاحب عقل تشریف تو کرسی پر رکھتے ہیں لیکن قیدی جیسا پیلا زرد رنگ۔ باہر سے گملے کی سبزی بھی دلفریبی کر رہی ہے لیکن ان کی آنکھ میز پر۔ گاہے اٹھتی بھی ہے تو حسرت بھری اور سانس آتا ہے تو آہ سرد۔ کون عقل مند ہے جو پچھلے کو پہلے پر ترجیح دے اور دوسرے کو خوش قسمت اور پہلے کو بد بخت کہے۔

رات کے دس بجے جو مجھے خواب شیریں سے جگائے اور نشتر جیسا باریک قلم دے کر ہری کین کے سامنے زانو تہہ کرائے۔ بٹھانے والی بھی تو یہی حضرتِ عقل ہے۔ بھلا کسی دوسرے کا کیا رونا۔ نری جہالت تو کچھ نہیں، لیکن نری عقل بھی محمود نہیں۔ ترکیب انسانی میں دونوں مصالحوں کی آمیزش رہے تو دنیا مزے دار گزرتی ہے اور دین استوار رہتا ہے۔ اس کم بخت نے میری زندگی کے ہزاروں لطف تباہ کر دیئے اور کر رہی ہے اور مجھے اس سے نجات نظر نہیں آتی۔ جذبات کو کئی بار جنگ کے لئے آمادہ کیا لیکن اس کی مہیب صورت اور اندیشناک حالت دیکھ کر بھاگ نکلے۔ اپنی درد بیتی سنا رہا ہوں ورنہ حقیقت خدا جانے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

ہر چند عقلِ کل شدہٗ بے جنوں مباش[1]

ا۔ ہر چند کہ تو عقل کل ہو گیا ہے لیکن جنون کے بغیر نہ ہو۔

Marfat.com

خیالی روڑے

ایک شغل میں دوسرے شغل کے خیالات تیز ہو جاتے ہیں تو گاہے پہلے شغل کو ترک بھی کرنا پڑتا ہے۔لیکن جب دوسرا شغل شروع کر دیا جائے تو پھر اس میں بھی خیالی روڑے پہلے کی طرح اٹکنے لگتے ہیں۔اسی طرح جتنا بھی سلسلہ بڑھاتے جاؤ اتنا ہی بڑھتا جائے گا۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ پہلے شغل میں لگے رہنا چاہیے اور جو خیال بھی آئے فوراً اندر سے باہر نکال پھینکنا چاہیے، خواہ یہ خاردار خیال کتنے ہی ہوں۔

بعض نافہم نماز کو اسی خیال سے ترک کر بیٹھتے ہیں کہ پڑھیں گے جب طبیعت تمام آلودگیوں سے پاک ہوگی۔نہ پاک ہوگی اور نہ یہ فریضہ ادا کریں گے۔

اس لئے ظاہر ارکان کی بجا آوری کو نماز ہی تسلیم کیا گیا اور اجر وثواب کے وعدے دیئے گئے۔البتہ جتنی مشق بڑھتی جائے گی اور نفس خیال کرے گا کہ اس کے بغیر رہائی نہیں تو خیالات بھی کانپ کر اندر آئیں گے۔حتیٰ کہ ایک دن وہ بھی آئے گا کہ نماز تو نماز رہی کسی شغل میں بھی تمہیں خیال تنگ نہ کریں گے اور سرد دل ہو کر الگ ہو بیٹھیں گے اور بقایا زندگی مزے سے گزرے گی۔اب تمہیں اختیار ہے کہ اس زندگی کا جو نام چاہو پکارلو۔

Marfat.com

الجنس مع الجنس

اگر سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز" تیرے اور میرے نزدیک مسلّم ہے تو پھر احکم الحاکمین کی اس تعبیر سے کیوں گھبراتا ہے اور کیوں شک کرتا ہے جبکہ وہ بدیں الفاظ فرماوے: اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ و الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ[1] یعنی خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے۔ اس کلیہ اور قانون کا یہ مطلب نہیں کہ ایک ہی جنس کا جوڑا عقد نکاح میں پھنستا ہے۔ جہاں ایک کا پاک ہونا ضروری وہاں دوسرا بھی پاک ہو اور جہاں ایک پلید وہاں دوسرا بھی پلید۔ بلکہ اس کا مطلب یہی کہ ہر ایک اپنے ہم جنس کے تعلق سے خوش رہ سکتا ہے۔ پاک طینت مرد کو پاک طینت عورت کے ساتھ ہی زندگانی کا لطف ہو سکتا ہے اور پلید و خبیث عورت ایک خبیث مرد کے ساتھ ہی خوشی خوشی گذر بسر کر سکتی ہے اور اسی طرح برعکس صورت میں۔ اور اگر اس کلیہ کے برعکس ہو تو میاں بیوی کے تعلقات کبھی خوشگوار نہیں ہو سکتے خواہ کتنے ہی جتن کئے جاویں۔ کیونکہ الجنس مع الجنس کا قول صحیح ہے۔

۱۔ النور ۲۴:۲۶

Marfat.com

نظر دلفریب

کمسن پیاری! تیری آنکھوں میں کیا افسوں تھا کہ پہلی ہی نظر میں میرے اوسان خطا ہو گئے۔ میری علمی پندار کیا ہوئی اور میری زاہدانہ قبا کہاں پھٹی۔ میں کبھی کسی طاقت سے بھی نہیں گرا تھا اور نہ ہی کسی عقلمند سے خاموش رہا۔ تو نے کچھ زیرلب ہی پڑھ کر مجھے پھونک دیا اور میں دم بخود رہ گیا۔ کیا جو بھی تمہارے سامنے آئے اس کا یہی حال ہوتا ہے، یا میرے اوپر ہی تو نے پہلی مشق کی؟ کبھی تجھ سے بچ کر بھی کسی نے جان بچائی یا میدان ہی میں بچھڑ گیا؟۔

ایک نظر میری طرف پھیر کہ میری موت حیات سے بدل جائے اور کچھ اپنے باریک ہونٹوں سے اشارہ کر کہ شاید میرے لئے دمِ مسیحا ہو نکلے۔ میں آخر دم تک تیرا ممنون رہوں گا۔

اس نظر دل سوز کا نام عشق ہے اور یہی مقدمۂ حقیقت کبریٰ (عشق الٰہی) ہے۔ اس کا اجازت نامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بدیں الفاظ لکھا۔

متاب از عشق رو گرچہ مجازیست
کہ آں بہر حقیقت جلوہ سازیست[1]

۱۔ عشق سے روگردانی نہ کر اگرچہ یہ مجازی ہی ہو کیونکہ یہ حقیقت کے لیے جلوہ سازی کرتا ہے۔

Marfat.com

اگر اس نگاہ دل سوز سے تمام متاعِ دل جل نہ اٹھے تو وہ عشق نہیں بلکہ وہ شہوت پرستی کا بھوت ہے اور اس کے لئے دوزخ کی آگ اور پینے کے لئے تھوہر کا دودھ اور پیپ [1]

یک نظر کردی و آداب فنا آموختی
اے خنک روزے کہ خاشاک مرا در سوختی

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

اس سے خودی مٹتی ہے اور فنا حاصل ہوتی ہے، جس کی تہہ میں بقائے دائمی ہے اور جس کو پھر فنا نہیں۔

ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

ا۔ تو نے ایک ہی نظر کی اور فنا کے آداب سکھا دیئے۔اے خوشگوار دن کیا خوب ہے تو نے میری خواہشات کو بھی جلا کر رکھ دیا۔

Marfat.com

محبت

اصل محبت وہی ہے جب تو سراسر انفعال ہو جائے اور تیرے محبوب کی ہر حرکت ظاہری ہو یا باطنی تیرے لئے تیغِ برّاں سے بڑھ کر قاتل ہو نکلے، تیری جانثاری پر جب تجھے دھمکیاں ملیں تو تُو نادم ہو بیٹھے، سب سے عزیز چیز پیش کرنے سے تجھے قلبی راحت اور سرور حاصل ہو اور دنیا و مافیہا تیری نظر میں ہیچ ہو۔

گو محبت کی دعویدار بہت سی دنیا ہے لیکن اس مئے ناب کے پینے والے بہت کمیاب۔ زہر کا پیالہ ہے۔ کون ہے جو اسے شیریں سمجھ کر پی جائے۔ آہ! محبت آہ! عشق وہی ہے جو تجھے پہلی نظر میں کھا جائے اور جو رہنے سہنے سے تمہیں پیدا ہو جاتی ہے وہ الفت اور محبت ہے، خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتی ہو۔ وہ ذاتی اور فطرتی ہے اور یہ بناوٹ اور تصنع۔ اس کی بنیاد نہایت مضبوط اور یہ اندر سے کمزور۔ اس کے مستانے قبروں میں بھی سرشار اور اس کے دیوانے قبر کے کنارے بھی خاموش۔ گدائی کرائے تو وہ، بھیک منگائے تو وہ، پاؤں میں گھنگرو اور ہاتھوں میں ٹلیاں دے تو وہ، تخت سے تختہ پر دے پٹکے تو اس کی شان، ذات سے کو ذات بنائے تو اس کا جلال، ذرہ کو مہر کرے تو یہ اس کی قدرت۔ نرالا ہے اور نرالے اس کے کام۔ فرہاد

Marfat.com

سے پہاڑ کا مقابلہ کرایا تو اس نے، سوہنی کو دریا میں ڈبویا تو اس نے، رانجھے کو مہینوال کا لقب دیا تو اس نے اور مجنوں سے صحرا نوردی کرائی تو اس نے۔ غرض جو نہ ہو سکتا ہو وہ یہ کر دکھاتا ہے۔

اوراد و وظائف پڑھنے والوں کی بہتات ہے لیکن دل جلوں کی کمی۔ سوز و ساز نہ ہو تو اوراد و وظائف میں نیرنگیٔ تماشا کہاں۔ نہ کشف نہ کرامت۔ بیشک ثوابِ آخرت ملے گا اور بلند رتبہ پائیں گے۔

کوئی ایسا ہزاروں میں ہوتا ہے جس کو شعاع شمسی سے آگ لگ جائے اور جل اٹھے۔ ورنہ اکثر کو دیا سلائی کی طرح کسی پیر و مرشد کی ضرورت ہے کہ اس کی نظر دل سوز سے خرمن دل پر بجلی جا گرے اور متاع دل جل اٹھے اور پھر وہ قوت پیدا ہو جو نہ سمندر روک سکے، نہ دریا کے تلاطم اس کا مقابلہ کر سکیں، نہ پہاڑوں کی بلندیاں اس کی راہ میں حائل ہوں اور نہ ہی لق و دق صحرا اس کا روڑا بن سکیں۔ اس کے سامنے نشیب و فراز اور شاہ و گدا برابر۔

کیا تھا جو ہمیں بھی کچھ نصیب ہو جاتا اور ہم بھی اس کے مستانے ہوتے۔ وہ ہمیں جلاتا تو ہم اس سے پیار کرتے، وہ دکھ دیتا تو ہم راحت سمجھتے، وہ ذلیل کرتا تو ہم عزیز کہلاتے، وہ رلاتا تو ہم ہنستے، وہ دھتکارتا تو ہم آگے بڑھتے۔ ہائے قسمت!

Marfat.com

عبرت

صاحبزادہ صاحب تشریف لا کر موجبِ عزت ہوئے۔ عید کو پورے احتشام کے ساتھ ایرانی و خراسانی گھوڑوں پر عید گاہ پہنچے اور مرحوم عابد کے سرہانے جا تشریف فرما ہوئے۔ لیکن آہ! اتنا نہ سوچا کہ جس بیوی کا آج چہیتا خاوند میں ہوں، کل یہ قبر میں سونے والا ہے۔

آہ! کسی کی بے کسی، کسی کی بے نیازی، اور کسی کی بیوفائی۔

فَاعْتَبِرُوْ يَا اُوْلِي الْاَ بْصَارِ [1]

ا۔ اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔ (الحشر ۵۹:۲)

Marfat.com

نگاہ نیاز

نگاہ ناز کی کرشمہ سازی اور اس کی بیدرد ہوسنا کی اور قتل عام سے تو دنیا باخبر ہے لیکن نگاہ نیاز کی افسوں گری اس سے بالاتر۔ جب وہ اپنی تیغ برّاں کو سونتی ہے تو دنیا کی کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔ لیکن یہ نگاہ نیاز ہے کہ آ کر ڈھال ہو جاتی ہے۔

قاتل اپنی پوری بیدردی سے وار کرنا چاہتا ہے لیکن یہ ہے جو اس کے تند اور محکم ہاتھ میں رعشہ پیدا کر دیتی ہے اور وہ پانی ہو کر گھل جاتا ہے۔ غصے کے شعلے آنکھوں سے شرارے بن کر دنیا کو خاک سیاہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ پانی ہو کر بجھا دیتی ہے، اور دل جلوں کو ارمان نکالنے کا موقعہ نہیں ملتا تو یہ اپنی دھیمی سی چال چل کہ قدموں کو بوسی ہوئی الگ ہو جاتی ہے اور جو جادوگر زبان سے نہ ہو سکتا تھا وہ کر دکھاتی ہے اور اپنے محبوب کے دل میں وہ کچھ کہہ جاتی ہے کہ زبان عمر بھر بھی بیان نہ کر سکے اور مزا یہ کہ کسی کو خبر تک نہیں۔ دونوں اجنبی ہو کر الگ کھڑے ہیں اور بات چیت سے بے خبر۔

Marfat.com

عرشوں لتھیاں چار کتاباں پنجواں لتھا ڈنڈا

جب کبھی میں یہ ضرب المثل کسی جاہل سے سنتا تھا تو اس کی حقیقت پر بہت کڑھتا تھا اور اس کو بیہودہ خیال کرتا تھا کہ عوام الناس نے یہ من گھڑت مسئلہ نکال لیا۔

لیکن قرآن پاک کا مطالعہ کیا تو بعینہٖ یہ کلمہ پایا۔ سورۃ حدید ع ۳: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ اَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَ الْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيهِ بَاسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ[۱] (ہم نے دلائل کے ساتھ پیغمبر بھیجا اور ان کے ہمراہ کتابیں اور ترازو بھی اتاری "تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں" اور لوہا بھی اتارا (تخلیق کیا) جس میں بڑا خوف ہے اور انسانوں کے لئے نفع تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے پیغمبروں کے غائبانہ مددگار دیکھ لے)۔

بعض تشریحی نوٹ

(۱) خدائی تار کا پیغمبر گویا رسیور (ذریعہ سماع) ہے۔ اس کے بغیر پیغام الٰہی موصول نہیں ہوسکتا۔

(۲) جوہری اشیاء کے لیے میزان برابری دکھا سکتا ہے اور ذاتی صفات اور فعلی

۱۔ الحدید ۵۷:۲۵

Marfat.com

صفات کے لئے کتاب آئینہ ہے۔

(۳) اصل غرض کتابوں، پیغمبروں اور ترازو سے قیام عدل ہے اور بس۔ توحید وغیرہ اصول اسی غرض کے تنے اور شاخیں ہیں۔

(۴) ہر انسان کی طبیعت انصاف پسند نہیں ہوتی خواہ انصاف اسے عین الیقین کے درجہ تک بھی پہنچا دے۔ اس لئے لوہے کی تخلیق فرمائی۔ چونکہ تمام منافع سے بڑھ کر اس میں باس شدید ہے اس لئے پہلے اس کا ذکر فرمایا۔ موجودہ زمانہ میں لوہا جس قدر خوفناک ثابت ہوا شاید اس سے پہلے اس درجہ پر نہ آیا ہوگا۔ لیکن کلام الٰہی نے گویا آج کا ذکر فرمایا۔

(۵) غائبانہ مدد نہایت مشکل ہوتی ہے جبکہ طالبِ مدد آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ گو حاضر ہے لیکن آنکھوں سے پوشیدہ اور پیغمبر تو غائب ہی اپنے فوت ہوئے بعد خیال کئے جاتے ہیں۔

(۶) نافہم اکثر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری مدد کی کیا ضرورت اور دین کے اکثر کاموں (مثلاً جہاد وغیرہ تکلیف دہ امور) میں یہ بہانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر انصاف اور عدل خود بخود قائم ہو سکتا ہے تو اسے واقعی کسی کی مدد کی ضرورت نہیں یکن اگر عدل وانصاف (مذکورہ بالا احکام سے جو دین کی اصلی غرض ہے) از خود قائم نہیں ہو سکتا تو پھر عدل کا قیام درحقیقت اسی کی مدد ہے۔

(۷) مسلم کا اولین فرض ہے کہ وہ قیام عدل کا علم بردار بنے اور جان ومال تک اس پر قربان کر دے اور وہ تمام امور (قتل وغارت وغیرہ) جنہیں ظاہر میں ناجائز سمجھتے ہیں اس مطلب اعلیٰ کے حصول کے لئے جائز خیال کرے بلکہ عین ثواب۔

Marfat.com

(۸) اس لئے بعض اہل الرائے اور اہل علم فرماتے ہیں کہ خلافت عظمیٰ کے بغیر اسلام قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ درحقیقت ہے بھی ایسا۔ یہی ایک مذہب ہے جس نے عدل و انصاف کا بیڑا اٹھایا اور للکار کر کہا کہ میری غرض اور میرا مقصدِ وحید یہی ہے۔

(۹) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن ۝[۱] کو جن لوگوں نے صرف نماز وروزہ تک محدود کر لیا وہ غلطی پر ہیں۔ اگر واقعی حصر اسی میں ہوتی تو کھانے پینے اور رہنے سہنے کے سامان کون کرتا؟۔ حالانکہ انسان کے لئے اس کے بغیر چارہ نہیں اور ''قیام عدل'' کی ذمہ داری کون اٹھاتا؟ جانور یا پرندے؟ جو خود اپنے لئے بھی محتاج ہیں۔ اس کے علاوہ سورۂ نور میں صاف ارشاد ہے: كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ[۲] تو کیا جانوروں یا پرندوں کو دیکھا کہ کبھی ہم جیسی رکوع و سجود والی نماز ادا کر رہے ہوں۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ نہیں۔ تو پھر سوچنا چاہیے کہ وہ کونسی نماز ہے جو وہ ادا کرتے ہیں۔ ہم نے تو انہیں اپنی فطرت کے مطابق کھاتے چرتے دیکھا۔ ہاں اپنے وہ کام بھی کرتے ہیں جن کے لئے ان کی فطرت تیار کی گئی۔ مثلاً گھوڑا اسواری کا، گدھا بار برداری کا، گائے دودھ دینے کا، بیل ہل چلانے کا، گدھ مردار کے گوشت نوچنے کا، اور مکھی ناپاک چیز کے اٹھانے اور چاٹنے کا کام کرتی ہے۔

انسان کی صلوٰت (نماز) بھی یہی ہے کہ اپنے فرائض مفوضہ ادا کرے۔

۱۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات ۵۱:۵۶)

۲۔ ہر چیز کو اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ معلوم ہے۔ (النور ۲۴:۴۱)

Marfat.com

اس کے فرائض ایسے ہیں جیسے کوئی فوج کے رسالہ میں ہو کہ ایک تو وہ پریڈ کرے اور دوسرے وہ نوکری (خدمت) کرے جو اس کے ذمہ لگائی گئی ہو جیسا کہ پہرۂ دفتر، خزانہ، حساب کتاب، راشن، نعل بندی، بیطاری اور ڈاکٹری۔ غرض عام پریڈ کے سوا ہر ایک کی الگ الگ نوکری ہے۔ اسی طرح مسلم کے لئے عام پریڈ صوم وصلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، اور اتقا وغیرہ ہے۔ لیکن خاص نوکری کاشت کاری کرے، حکیم بنے، معلم ہو، تجارت اور صنعت میں رہے، روحی معالج ہو کر کام کرے لیکن جب قیام عدل جیسے اہم فرض کے لئے بلایا جائے تو جو خدمات بھی امیر سپرد فرمائے (جیسا کہ فوج کے لئے لڑنا) اپنے لئے فرض سمجھے تاکہ نظام عدل قائم ہو جائے۔

Marfat.com

قید کا خوف

جب میں نماز یا کسی دوسرے کام میں ہوتا ہوں تو خیالات مجھے سخت تنگ کرتے ہیں۔ بسا اوقات تنگ ہو کر مجبوراً کام بند کرنا پڑتا ہے اور قلم دوات لے کر ان کو لکھنے کے لئے تیار ہو بیٹھتا ہوں تو پھر گھنٹوں ایک بھی خیال نہیں آتا۔ کیا یہ میری نگہداشت سے ڈر گئے یا قید تحریر سے خوف کھا گئے؟

Marfat.com

متاعِ دل کی حفاظت

تیری متاعِ دل کے لئے ہزاروں چور اور رہزن ہیں۔ تیرا بچ کر اور بچا کر لے نکلنا محال ہے۔ تیرا سفر دراز ہے اور یہ چالاک گھات میں۔ تُو اپنی متاعِ دل اپنے بادشاہ (خدا) کی نذر کر دے۔ پھر کسے مجال کہ کوئی آنکھ اٹھا کر بھی اس متاع کو دیکھے۔ ورنہ تُو بھی اس متاع کے ساتھ لٹ جائے گا۔

Marfat.com

خیالات کی بیڑیاں

کاش کہ خیالات آئینہ وار نمودار ہو سکتے اور انہیں تحریر مکدّر نہ کرتی۔ بعض اوقات ان کی صورت ایسی مدہم پڑ جاتی ہے کہ اصل خیالات کی شناخت ناممکن ہو جاتی ہے۔

خیالات آئینہ وار شفاف اور پانی کی طرح رواں۔ تحریر میں نہ اس قدر شفافی اور نہ اس قدر روانی۔ گویا تحریر خیالات کے لئے زنجیر ہے یا بیڑیاں۔ چلتے ہیں تو لڑکھڑا کر اور قدم قدم پر ٹھوکر۔ آہ! آزادی۔

Marfat.com

آزادی

آزادی کے گیت نے اور تو کچھ پیدا کیا یا نہ کیا لیکن مذہب سے آزادی کا چارٹر تو دلا ہی دیا۔ کیا یہ کچھ کم ہے کہ لاکھوں برس کی قید سے دنیا نے نجات پائی۔ اب جو چاہے سو کرے۔ سوراج میں اتنی آزادی کہاں۔

Marfat.com

عُسر اور یُسر

کسی گناہ کا ارتکاب نہایت مشکل ہے۔ کئی بار نفس اس کے لئے تیار ہوتا ہے لیکن بہت دیر کے بعد اسے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً کسی کے قتل کا خیال گزرتا ہے تو فوراً کانپ اٹھتا ہے۔ لیکن دوسرے دن پھر قتل کرنے کے خیال کو دہراتا ہے۔ جس پر ایک نہایت مدہم سی لکیر دل پر پڑ جاتی ہے پہلے کی طرح نہیں، مگر اب گھبراہٹ کم ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ خیال کئی بار نفس دل پر دہراتا ہے اور مدہم لکیر کو ایک خط کی صورت میں اور پھر ایک راہ کی شکل میں تبدیل کرتا ہوا آخر ایک سڑک بنا لیتا ہے۔ جب یہ خیالی سڑک تیار ہو جاتی ہے تو پھر اس پر چلنے کا ارادہ کرتا ہے۔ مگر بعض دفعہ تو ایک ہی قدم اٹھاتا ہے تو پچھتانے لگتا ہے اور بعض دفعہ پانچ چھ قدم اٹھا کر نادم ہو کر واپس بھاگتا ہے اور شاذ و نادر ہی نہایت کڑا دل کر کے منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ لیکن جوں ہی پہنچا، تکان سے چُور چُور ہو کر گر پڑتا ہے اور اپنے کئے پر آنسو بہانے لگتا ہے۔

لیکن جب اس عمل کی مشق زیادہ ہو جاتی ہے اور کئی بار ایسے گناہ کر بیٹھتا ہے تو پھر اسے کچھ زیادہ دقت نہیں ہوتی اور بآسانی کرنے لگتا ہے۔ تاہم دل سے کھٹکا نہیں نکلتا اور برابر سخت اور دشوار معلوم ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے گناہ کو لفظ

Marfat.com

''عُسر'' سے تعبیر فرمایا اور جائز امور کو ''یُسر'' سے کیونکہ اس کے لئے باطنی دقت کوئی نہیں اور نفس کو اس کے کرنے میں اطمینان قلبی رہتا ہے، خواہ بادی النظر میں سخت مشکل معلوم ہو مگر پریشانی اور تردد مطلق نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص آدمیوں سے الگ ایک خالی کمرہ میں اپنی بیوی کا بوسہ لے اور دوسرا ایسی جگہ اور ویسی ہی حالت میں کسی غیر عورت کا، تو دونوں کی ظاہری حالت کو غور سے دیکھو۔ ایک کے چہرہ پر بشاشت کے آثار نظر آئیں گے اور دوسرے کے چہرہ پر ندامت کے۔

''یُسر'' خود آسان تھا اور عُسر (گناہ) عشق اور نفس سرکش کے دُہرانے سے مبدّل یا قریب بہ یُسر (امر جائز) ہو گیا۔ اس لئے فرمایا: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى[1] سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا اور سچ جانا بھلی بات کو تو اس کو ہم آہستہ آہستہ پہنچا دیں گے آسانی میں اور جس نے نہ دیا اور بے پروائی کی اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اس کو ہم آہستہ آہستہ پہنچا دیں گے سختی میں۔

بعض تشریحی نوٹ

(۱) پہلی آیت دوسری آیت کی بالکلیہ ضد واقع ہوئی اور ہر دو کے نتائج میں بھی تناقض ہے۔

(۲) بخشش ضد ہے بخل کی۔ خوف ضد ہے بے پرواہی کی۔ تصدیقِ نیکی ضد ہے تکذیبِ نیکی کی۔

(۳) حدیث شریف میں ہے: اَلسَّخِيُّ حَبِيْبُ اللّٰهِ وَ الْبَخِيْلُ عَدُوُّ اللّٰهِ[2]

۱۔ سورہ اللیل ۹۲: ۱۰۔۱۵ ۲۔ سخی اللہ کا دوست ہے اور کنجوس اللہ کا دشمن۔ (الحدیث)

Marfat.com

تو اعطا اللہ تعالیٰ کی محبت کا جالب ہے جس سے خشیت پیدا ہو جاتی ہے اور خشیت ربی سے نیکی (اعمال صالحہ کی) نیکی معلوم ہونے لگتی ہے اور بدی بدی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ کے لئے دل چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عنایت کرتا ہے۔

(۴) بخل غضب الٰہی اور قہر کا موجب ہے تو "دل را بدل رہیست"[۱] کے مطابق خوف چھوڑ بلکہ لاپرواہی اس کی ذات سے کرے گا اور لاپرواہی کا ثمرہ نیکیوں کی تصدیق تو کجا بلکہ نیکی (اعمال صالحہ کی) بدی (اعمال بد) معلوم ہونے لگے گی اور بدی نیکی۔ سو اس کمبخت کا دل بدی کی طرف متوجہ ہوگا اور بدی (اعمال بد) جو عسر ہے، یسر (اعمال صالحہ) دکھائی دے گی۔ جو وہ کرے گا اور اُسے ان کا کرنا آسان ہوگا۔

(۵) جہاں تک میرا خیال ہے۔ ہر ایک صفت کو اپنے مابعد کے ساتھ عموم خصوص مطلق کی[۲] نسبت ہے۔ اس لئے درجہ بدرجہ صفات بیان کئے گئے۔ ممکن ہے کہ ہر چہار صفات کا تعلق عموم خصوص من وجہ[۳] ہو اور ہر چہار صفات کے مجموعہ پر ایک کلیہ نتیجہ عسر اور یسر کا واقع ہوتا ہو۔

(۶) یہ کبھی تسلیم نہیں ہو سکتا کہ عسر (گناہ) کی توفیق تو دیا گیا ہو لیکن عسر کی شرط سے انکار کرے۔ مثلاً ایک چور یا زانی کہے کہ میں سخی ہوں اور اس کا خوف ہر وقت دل میں ہے اور میں دین فطرتی کا گرویدہ (پکا مسلمان) ہوں لیکن شومئ قسمت سے یہ اعمالِ بد میرے گلے کا ہار ہو گئے۔ یہ کلام الٰہی کے بالکل منافی ہے۔ بلکہ وہ جھوٹا ہے۔ زبانی اقرار ہے نہ کہ دلی تصدیق۔

۱۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے ۲۔ عموم خصوص مطلق:

۳۔ عموم خصوص من وجہ:

Marfat.com

مماثلت

بظاہر ایک فلاسفر ایک بچہ اور ایک مخبوط الحواس کی گفتگو اور خیالات میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی اور ان کے افعال بھی برابر بے تعلق اور بے جوڑ معلوم ہوتے ہیں لیکن غور کیا جائے تو فلسفی ظاہر سے گزر کر حقیقت سے گفتگو کر رہا ہوتا ہے اور اس کے سلسلہ خیالات کے تعلق کی نوعیت بھی نہایت ہی لطیف اور باریک ہوتی ہے۔ جس پر بڑی بڑی عالیشان عمارتیں قائم ہوتی ہیں اور بڑے بڑے مکمل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ بخلاف نادان بچہ اور مخبوط الحواس کے کہ نادان بچہ ظاہر سے ظاہر پر اپنی رائے اور اپنا تاثر ظاہر کرتا ہے اور وہ بھی بے تعلق اور بے ڈھنگ کیونکہ اس کی طبیعت ابھی کسی تعلق کو یاد نہیں رکھ سکتی اور اگر کچھ تعلق ہوتا بھی ہے تو بہت ہی ضعیف جس کی طرف ذہن بہت کم منتقل ہو سکتا ہے اور جسے وہ بہت کم معلوم کر سکتا ہے۔ مگر دیوانہ کے خیالات کا تعلق تو سرے سے ظاہری اشیاء سے ہوتا ہی نہیں بلکہ صرف خیالات بے جوڑ نکلتے ہیں۔ اس لئے ان ہر دو کے خیالات بے تکے اور بے معنٰی ہوتے ہیں اور ان سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں کیا جا سکتا۔

تاہم اگر تم کوئی نتیجہ بھی برآمد کرنا چاہو تو اس گتھی کو سوائے فلسفی کے کوئی

Marfat.com

دوسرا نہیں کھول سکتا کیونکہ یہ لطیف ترین انتقالِ ذہن اور رسلسلۂ خیالات کو بھی تاڑ لیتا ہے اور باریک سے باریک سلسلہ خیالات پر اپنی عمارت فکر استوار کرنے میں بھی اسے ید طولیٰ حاصل ہوتا ہے اور وہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر رہتا ہے۔ اگر چہ حقیقت میں یہ معاملہ کسی دوسرے پہلو پر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اسے اپنی راہ دکھانا کچھ مشکل نہیں۔ گونگے کی رمز گونگے کی ماں جانے اور بس۔

Marfat.com

صاحبِ نظر اور صاحبِ دل

جس نتیجہ کو ایک صاحبِ نظر (فلسفی) بہت سی دماغی تگ و دو سے برآمد کرتا ہے، صاحبِ دل اپنی معمولی بات سے اس کو ظاہر کرتا ہے اور دماغ کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پھر حکیم کے نتائج پر جرح قدح ہو سکتی ہے اور بعض وقت وہ نتائج الٹے بھی پڑ جاتے ہیں۔ بخلاف صاحبِ دل کے کہ نتائج کے کہ ان میں نہ جرح قدح کی مجال ہے اور نہ نتائج کے الٹنے کا خدشہ۔ اور بہت کم بلکہ شاذ و نادر اس کے نتائج کا عکس پیدا ہوتا ہے، خواہ کتنا ہی عرصہ گزر جائے۔

یہی وجہ ہے کہ حکیم الٰہی کے قانون میں تبدیلی کی ضرورت نہیں ہوتی اور دنیاوی طبعی حکیم کے قانون ہر گھڑی بدلتے نظر آتے ہیں۔ وہ تمام فطرت انسانی وغیرہ کا ماہر ہوتا ہے اور یہ صرف اپنی ہی فطرت کا واقف اور بس۔ بلکہ اپنی ذاتی فطرت سے بھی بعض اوقات مجہول رہتا ہے جب تک کوئی فطرت شناس اس کی رہبری نہ کرے۔

فلسفی کی مطالعہ گاہ دماغ اور صاحبِ دل کا جہاں نما آئینہ دل ہے۔ یہ صرف ایک نگاہ سے دیکھ پاتا ہے اور اُسے کئی واقعات کے ورق الٹنے پڑتے ہیں۔ یہ تحریک سے زیادہ چلتا ہے اور تھکتا نہیں اور وہ بہت چلنے سے گھبراتا ہے اور تھوڑا سا چل کر ہی

Marfat.com

ماندہ ہو بیٹھتا ہے۔ اِس کو جتنی مشق دی جائے اتنا ہی تیز گامزن رہتا ہے اور وہ زیادہ مشق کرنے سے بگڑ کر مالیخولیا کا مریض بن کر ناکارہ ہو جاتا ہے۔ درحقیقت دماغ کی لگام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

فلسفی اپنے ماحول (گردوپیش) کو اپنی ذات سے متاثر نہیں کر سکتا اور اپنے خیال کے اندر جوش کھاتا ہے۔ کچھ کر دکھائے بھی تو ہزار آلہ جات سے اور مصائب سے، اور وہ بھی اپنے ہم جنس کو اپنا رنگ دینا اس کے لیے بہت مشکل بلکہ ناممکن۔ بخلاف صاحب دل کے کہ اس کی دراز دستیاں دور دور تک۔ زمین اور انسان تو کجا چاند تارے تک۔ چاہا تو پتھر سے باتیں کر لیں اور خیال آیا تو چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ غرض جو چاہا سو کر دکھایا۔

Marfat.com

مرید کون ہے

بزرگوں کو ملنے والے (مرید) اپنے پیر و مرشد کے سوا سب پر زبانِ طعن دراز رکھتے ہیں اور کسی ایک کو بھی اپنے بزرگ (پیشوا) کے برابر تو کجا اس کو حق بجانب بھی خیال نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ سب دنیا ہمارے پیشوا کی ہی شیدائی ہو جائے۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ عاشق صادق اپنے رقیب کو کہاں دیکھ سکتا ہے اور اپنے محبوب کے سوا کسی دوسرے سے اسے کیا واسطہ کہ نظر اٹھا کر اس کی عیب جوئی کرے۔

درحقیقت وہ مرید ہی نہیں جو کسی بزرگ پر طعن کرے۔

Marfat.com

نشانِ قیامت

کسی زمانہ میں فاعل اور مفعول دونوں اپنے کرتوت کو پوشیدہ رکھنے میں اپنی ساری قوت خرچ کرتے تھے اور اس کی شہرت سے خائف رہتے تھے۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ فاعل اپنی فاعلیت کو باعث فخر سمجھنے لگا اور بد سے بدکردار کو اپنے لئے موجب افتخار۔ کسی نے دیکھ لیا تو بہتر ورنہ اپنی زبان سے ہی اس بدکاری کا ٹیکہ اپنے سرماتھے جڑ لیا۔ اب یہ زمانہ آیا کہ مفعولیت بھی باعث فخر ہو نکلی۔ اسے قیامت کی علامت نہ سمجھیں تو کیا سمجھیں۔

••••

Marfat.com

عرس کی فلاسفی

آ گ جلانے اور روشن کرنے کے لئے پہلے صرف ایک دیا سلائی کی ضرورت ہے۔ لیکن باریک اور خشک تنکوں کو پہلے لگے گی۔ زاں بعد باریک لکڑیوں کو اور پھر موٹی خشک لکڑیوں کو بھسم کرنے لگے گی۔ اس کے بعد رطب و یابس پر ایک جیسا اثر کرے گی۔ بعینہٖ یہی حالت ہے ایک صاحب اثر کی کہ پہلے دو چار پاک دامن نیک سیرت اور نیک سرشت متاثر ہوں گے۔ زاں بعد غافلوں کو اثر ہوگا۔ پھر پاک دامن اور تر دامن سب یکساں بے انتہا اور بے شمار آتش پذیر عشق ہوں گے۔ اصل اثر تو اتنا ہی ہے جتنا دیا سلائی کا۔ لیکن اب ایک کی آتش دوسرے کو متاثر کر رہی ہے۔ اسی وجہ سے بعض نے تقریبات عرس مقرر کیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ عرس کی تقریبوں پر حاضر ہونے سے فوائد کثیرہ حاصل ہوتے ہیں۔ ورنہ آتش پیر تو ہر وقت سلگ رہی ہے اور اپنے مقدور کے مطابق ہر ایک روشنی لیتا ہے۔ لیکن وہ شعلے اور شرار کہاں جو تن من وار دیں اور خاکستر کو اکسیر بنا دیں۔

Marfat.com

کشتۂ انسانی

جس طرح کسی دھات کے نقائص دور کرنے اور فوائد بڑھانے کے لئے مختلف جڑی بوٹیوں سے آگ دے کر کشتہ بنایا جاتا ہے، اسی طرح مختلف مجاہدوں کی بھٹی میں اس نفسِ سرکش کو دے کر اس کا کشتہ بناتے ہیں۔ جس سے اس کے نقصانات (سرکشیاں اور اوصاف ذمیمہ) دور ہو جاتے ہیں اور فوائد (اطاعت) تسلیم و رضا اور اوصاف حمیدہ) بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن جس طرح کوئی دھات اپنے خاصہ کو بالکلیہ نہیں چھوڑتی بعینہٖ یہاں خاصۂ نفسی بالکلیہ نہ جائے گا۔ اگر بالکلیہ اپنا خاصہ چھوڑ دے تو پھر کشتہ کرنے کی کیا ضرورت۔ کشتہ اور خاکستر برابر۔ فرشتہ اور انسان یکساں۔

اسی وجہ سے بعض نافہم لوگ بعض بزرگوں پر طعن کر بیٹھتے ہیں کہ اتنا ہونے کے بعد بھی وہ غصے ہوتے ہیں، کنجوس ہیں، اولاد کی تمنا رکھتے ہیں اور عورتوں کے خواہشمند ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن نہیں جانتے کہ اصل فطرت کبھی نہ بدلے گی۔ کنجوس طبیعت کبھی دریا دل نہیں ہو سکتا اور بزدل کبھی دلیر نہیں ہو سکتا، مگر اتنا ضرور ہو جاتا ہے کہ دین متین کے مطابق اس کی فطرت ہو نکلے گی۔ مثلاً بخیل ہے تو اگر پہلے زکوٰۃ سے پہلوتہی کرتا تھا تو اب ہرگز نہیں کرے گا، شہوت پرست تھا تو نکاح کے بغیر شہوت رانی

Marfat.com

نہیں کرے گا، جبکہ اس سے پہلے سب کچھ کر لیتا تھا۔

الغرض کشتۂ انسانی اپنا خاصہ قائم رکھتا ہے، خواہ اس میں کتنی ہی اصلاح پیدا ہو جائے اور نقائص دور بھی ہو جاویں۔ اس لئے اچھے لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے سے پرہیز نہایت ضروری ہے۔

Marfat.com

روشنی

(سورۂ والضحیٰ)

تو بے پر تھا تو اس نے پر دیئے، چھوٹا تھا تو اس نے بڑا کیا، نادار تھا تو دولت مند بنایا۔ کیا اب وہ تم سے دشمنی کرے گا یا تمہیں بھول جائے گا۔ ہاں بے پروں پر رحم کھا اور ناداروں پر نرمی کر۔ اس کے انعام یاد رکھ اور ان کی منادی کر۔

Marfat.com

انما الاعمال بالنیات[1]

صدقہ تین قسم کا ہے۔ ایک شہرت طلبی کے لئے، دوسرا ثواب آخرت کے لئے اور تیسرا نادار کی ناداری پر رحم کے لئے۔ سب سے اعلیٰ آخری، پھر دوسرا۔ پہلا بے فائدہ اور بربادیٔ مال۔

جس غرض سے کوئی کام کرے اس کام سے وہی غرض پوری ہوگی۔ صدقہ دے شہرت کے لئے اور ملے ثواب، وعظ کرے شاباش کے لئے اور نماز پڑھے نیک کہلانے کے لئے اور ملے اجر آخرت، یہ کیونکر ممکن ہے؟ بوئے جو اور کاٹے گندم؟ البتہ شہرت ہوگی، واہ واہ کہیں گے اور نیک کہلائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ واعظوں کے وعظ میں اثر نہیں رہا کیونکہ جو ان کا مقصود اور غرض ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے اور بس۔

۱۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (البخاری)

Marfat.com

لذت

لذت دو قسم کی ہے۔ ایک وہ جس کی کیفیت معلوم ہو اور دوسری وہ جس کی کیفیت محسوس نہ ہو بلکہ کیفیت سے بالا۔ حقیقت میں یہ آخری لذت ہی لذت ہے اور دوسری ہم رنگ لذت۔ جس مستی کا کیف معلوم ہو وہ مستی ہی نہیں بلکہ ہشیاری۔ مستی بے کیف کو مستی کہنا چاہیے۔

Marfat.com

تصورِ شیخ

سینکڑوں بت گھر میں رکھ کر تُو بت پرست نہ بنے، نہ کافر۔ لیکن جب سب کو توڑ کر ایک رکھ لیا تو اب بت پرست، کافر اور بے دین ٹھہرے۔ واہ رے واعظ تیری عقل!

Marfat.com

ظاہر اور باطن

دوسرے کے راز کو اپنے سینے میں دیکھ!

جس طرح تیرا ظاہر الگ اور باطن الگ ، اسی طرح ہر چیز کا ظاہر الگ اور باطن الگ ہے۔تو کسی چیز کی ظاہری حالت کو دیکھنا چاہتا ہےتو تُو اپنے ظاہری حواس سے دیکھ اور اگر باطنی حقیقت کو دیکھنا چاہتا ہےتو باطنی حواس سے دیکھ۔ دوسرے کے اسرار کو اپنے سینے میں تلاش کر۔تمہیں سب ایک ایک کر کے مل جائیں گے۔

Marfat.com

تلازم

خزاں ہے تو بہار۔ جہاں خزاں نہیں وہاں بہار بھی نہیں۔ جس درخت کے پتے خزاں میں نہیں جھڑتے وہ بہار سے بھی تروتازہ نہیں ہوتا۔ اس کے پرانے پتے ہی اس کے تن کا لباس رہتا ہے۔ اور جس کو خزاں نے عریانی دی وہی بہار سے خلعتِ نو پہنے گا۔ تو اگر تروتازگی چاہتا ہے تو خزاں کے مصائب اٹھا کہ خزاں کے ساتھ بہار کے مزے اور لطف وابستہ ہیں۔ تیرے غم اور مصائب تیری خزاں ہے اور تیری خوشی اور آرام تیری بہار۔ بہار و خزاں کے تلازم کی طرح تیری بہار و خزاں میں بھی تلازم ہے۔ اس لئے غم میں پریشان نہ ہو اور خوشی میں بےفکر نہ رہ۔ امید کے اندر نومیدی جھلک رہی ہے اور ناامیدی کے اندر آس چہرہ کشا ہے

در پس ہر نامرادی مراد ہا ست
وز پس ہر مراد نامرادی ہا ست[1]

دریاؤں کا اگر اتار ہی رہتا تو ایک دن وہ خشک ہو نکلتے اور اگر چڑھاؤ ہی رہتا تو ساری دنیا غرق کر دیتے۔ اتار نہ ہوتا تو چڑھاؤ کے لطف کب حاصل ہوتے اور چڑھاؤ نہ ہوتا تو روانی کے مزے کہاں ہوتے۔

۱۔ ہر نامرادی (ناکامی) کے پیچھے مراد (کامیابی) ہے اور ہر مراد کے پیچھے نامرادی۔

Marfat.com

سو تیرا چڑھاؤ تو تیرا چڑھاؤ ہے ہی تیرا اتار بھی تیرا چڑھاؤ ہے۔ اگر تیرا چڑھاؤ ہی رہتا تو تُو اپنی منصوبہ سازی سے خلقت اور خدائی کو تباہ کر دیتا اور اگر تیرا اتار ہی رہتا تو تُو خود تباہ ہو جاتا اور مٹ جاتا۔ تیرا اتار چڑھاؤ ہر دو تیرے لئے آبِ حیات۔ نہ تُو اتار میں غم کھا اور نہ چڑھاؤ پر اترا۔ تیرے وجود کو اس بہار اور خزاں سے وہی واسطہ ہے جو دیگر اشیا کو ان سے۔ لیکن زیادہ انسانی طبیعتوں کو بہاری درختوں سے نسبت ہے اور کم طبیعتوں کو خزانی فصل و موسم سے۔

تیری کشتِ خاکی میں بھی کئی فصلیں خیالات کی اگتی ہیں جو اپنے اپنے وقت پر ظاہری فصل کی طرح زرد ہو کر کچھ مفید بن کر تیرا ذخیرۂ حسنات ہوتی ہیں اور کچھ بری جنسوں کی طرح انبارِ وبال ہو نکلتی ہیں۔ باقی بھسم ہو کر تہہ نشین ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

نسبت معکوسی کے نظارے

دریا کی روانی اور تیزی جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی ناخدا (ملاح) کی کوشش بے سود اور ناکارہ ہوتی جائے گی اور جتنی روانی میں سستی اور تیزی میں کمی ہوتی جائے گی اتنی ہی ملاح کی کوشش زیادہ ثمرآور ہوگی۔

انسان اور اس کی تقدیر میں بھی یہی نسبت معکوسی ہے۔ انسان کی سعی اس وقت بارآور ہوگی جب تقدیر کی رو میں تیزی نہ ہوگی۔ لیکن اگر تقدیر کی رو میں تیزی آ گئی تو اس وقت انسان کے تمام حیلے بے کار ثابت ہو جاتے ہیں اور کوشش بے سود۔

یہی نسبت معکوسی انسان اور اس کی صحبت (سوسائٹی) میں ہے۔ اگر نفسی کیفیات کے برخلاف سوسائٹی کا اثر زیادہ ہوگا تو نفس کے ذاتی جذبات دب جائیں گے اور اگر سوسائٹی کا کیف کم ہوگا تو نفسی جذبات کچھ نہ کچھ کر نکلیں گے۔

مثلاً ایک پاک طینت شخص کی صحبت برے لوگوں سے ہو جائے اور وہ نہایت بدمعاش ہوں تو اس پاک طینت کے ذاتی جذبات میں نمایاں کمی آتی جائے گی اور اس کے اصلی جذبات کی کوشش رایگاں جائے گی حتیٰ کہ آخرکار جذباتِ نیکی خود بھی فنا ہوتے جائیں گے۔

Marfat.com

اور ایسے ہی ایک بدچلن کو جب نیک صحبت میں ڈال دیا جائے تو خواہ اس کے ذاتی جذبات کتنے ہی بد کیوں نہ ہوں، آخر کار رفتہ رفتہ صحبت اس کو اپنے بہاؤ پر لے چلے گی، بشرطیکہ صحبت پاک کی رو تیز ہو اور ماحول سے اسے کچھ بدی کی امداد نہ ملے تاآنکہ اکثر جذباتِ بدی ایک مدت کے بعد نیک جذبوں سے بدل جائیں گے۔

موجودہ زمانہ پُر از شر ہے اور شر کی رو اس قدر تیز ہے کہ نیک طینت انسان بھی اپنی پوری کوشش سے اس دریائے شر سے پار نہیں گزر سکتا بلکہ اس کی روانی اسے اپنے ہمراہ گھسیٹتی لے جاتی ہے۔ جبکہ اگلے زمانہ میں دنیا پُر از خیر تھی۔ اگر بدطینت بھی پیدا ہوتا تھا وہ بھی اسی یعنی نیکی اور خیر کی رو میں بہتا چلا جاتا تھا اور نفسی جذباتِ بدی کی کوشش رائیگاں جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

[خَیرُ القُرُونِ قَرنِی ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُم ثُمَّ الَّذِینَ یَلُونَھُم

(سب سے عمدہ زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر جو اس کے ساتھ، پھر جو اس کے ساتھ)

سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی نظریہ کو بایں الفاظ کیا خوب بیان فرمایا۔

قضا کشتی آنجا کہ خواہد برد
وگر ناخدا جامہ برخود درد[1]

اور کلام الٰہی نے اسی نسبت معکوس کو ہمارے دین متین میں بایں الفاظ تعبیر کیا۔

انسان کو اپنی کوشش اور سعی کے ہتھیار نہ ڈالنے چاہیے خواہ تقدیر کے تمام نتائج اس کی کوشش کے برعکس ہی پیدا ہوں اور غم بھی اپنی کوشش کے رائیگاں جانے پر نہ کرنا چاہیے کیونکہ تقدیر نے ہی اس سعی کو رائیگاں کیا ہے ورنہ درحقیقت وہ سعی رائیگاں نہیں گئی۔

۱۔ تقدیر کشتی کو جہاں چاہتی ہے لے جاتی ہے مگر ملاح (زور لگا لگا کر) اپنا ہی لباس پھاڑتا ہے۔

Marfat.com

ہاں! اتنی بھی سعی اور کوشش نہ کرے کہ تن من برباد ہو جائے اور بعد میں اپنے کیئے پر غم۔ غرض دونوں پہلوؤں کے اعتدالی نقطہ پر نظر رکھے کیوں کہ اگر کشتی کی تقدیر میں ہے تو پہنچ جائے گی بہاؤ پر اور جا لگے گی اپنے موقعہ پر۔ کنارے نہ لگی تو اپنے اصلی ٹھکانے پر تو لگ ہی جائے گی۔ واویلا کس بات کا اور اس میں فائدہ کیا۔

فقرا تو تقدیر کی روانی اور اس کے دھماکے سے ایسے ڈرے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے اور تقدیر کے بہاؤ پر جا رہے ہیں۔ نہ خوف نہ خطرہ۔ جو ہوگا سو ہوگا۔ یہ بے کھٹکے۔

دنیا دار ہیں کہ بیچارے اپنی سعی اور کوشش میں ایسے منہمک کہ انہیں سب کچھ بھول گیا۔ اور جب تقدیر کی چٹان سے ان کی سعی اور کوشش کا جہاز ٹکر کھا کر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے تو دم بخود ہو جاتے ہیں اور اپنے کیئے پر نادم اور مرنے پر تیار۔ کیا تھا، کیا ہو گیا۔ ہر طرف واویلا ہی واویلا سنائی دیتا ہے۔ لیکن بے سود۔

Marfat.com

انسان کے تعلقات قمری

عورت کے ایام ماہواری کا تعلق جس طرح قمری مہینہ سے ہے، اسی طرح مرد کا تعلق بھی اسی سے ہے۔ اور خاص معین تاریخوں [1] میں طبیعت مردہ اور نڈھال ہو جاتی ہے۔ جب وہ ایام مقررہ گزر جاتے ہیں تو طبیعت خوش و خرم ہو جاتی ہے اور خیالات میں شگفتگی آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کے روزے قمری مہینہ کے ساتھ وابستہ ہیں نہ کہ شمسی کے ساتھ اور بزرگوں کی تقریبات عرس بھی اسی پر۔ چاند ہلال سے بڑھ کر بدر بنتا ہے اور بدر (ماہ تمام) پھر بتدریج کم ہو کر آخر بقایا نصف عمر پوری کر کے ڈوب جاتا ہے[2]۔ انسان بھی اپنی نصف عمر تک پہنچتا ہے تو کامل انسان کی سی نشو و نما پالیتا ہے۔ زاں بعد اس کی خلقت اور قویٰ میں کمی واقع ہونے لگتی ہے۔[3]

۱۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ (اور لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ یہ وقت کے نشانات ہیں۔) (البقرہ ۲:۱۸۹)

۲۔ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (اور چاند کی ہم نے کئی منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح بن جاتا ہے۔) (یٰسین ۳۶:۳۹)

۳۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ط (اور جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں وہ تو اس کی ڈھانچے ساخت کو ہم کمزور کر دیتے ہیں) (یٰسین ۳۶:۶۸)

Marfat.com

چاند کی اپنی روشنی نہیں بلکہ وہ سورج سے حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح انسان کی روشنی بھی ذاتی نہیں بلکہ شمسِ کائنات (اللہ) سے حاصل کرتا ہے اور یہ اس کا ظلّ ا؎ ہے۔

ا۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي (اور یہ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے) (الاسراء ۱۷:۸۵)

Marfat.com

حیثیت کی ماہیت اور حقیقت

آج سے پہلے دنیا میں صرف ماہیت اور حقیقت پر دار و مدار تھا۔ مثلاً ایک تقدس مآب مسجد کے منبر پر ہو یا مسجد کے مصلّے پر، گھر کے اندر ہو یا بازار کی سیر میں، وہ اپنے تقدس کی شان مدّ نظر رکھتا تھا اور لوگ اس کے وقار کے سامنے جھکتے تھے اور اسے ایسا ہی تقدس مآب خیال کرتے تھے جیسے منبر کی بلند سیڑھیوں پر۔ خواہ وہ کسی حالت میں ہو اسے ہر جا اور ہر موقعہ پر اپنے تقدس کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔

لیکن آج ایک پروفیسر اپنے لکچر روم یعنی تعلیم گاہ میں جب تعلیم دے رہا ہوتا ہے تو پروفیسر کی حیثیت اور شان میں اس کی نظر بلند، خیالات پاکیزہ اور سنجیدگی و متانت ٹپک رہی ہوتی ہے اور طلبا مشتاق نگاہوں سے اپنے فہم کو اس کی طبع کے تابع چلاتے ہیں۔ لیکن جوں ہی پیریڈ گزرا اور گھنٹے کی آواز آئی تو جانبین کی آنکھوں کا رنگ بدل گیا۔ کیونکہ اب وہ حیثیتِ پروفیسری حیثیت اٹھ گئی۔ پھر بورڈنگ ہاؤس (دارالاقامہ) میں ایسے پروفیسر کی حیثیت اتالیقی ہے تو پہلے سے سنجیدگی کم ہے اور پستی اور بلند نظری میں بھی قریب ہو گیا۔ اب طلبہ پہلے سے زیادہ آزاد۔ اس کے بعد پروفیسر گئے گھر اور لگی تاش چلنے تو پستی و بلندی ایک اور سنجیدگی دور۔ مذاق ہے اور ہنسی

Marfat.com

کھیل۔ کچھ استاد شاگرد میں فرق ہے تو نہایت باریک۔

سو یہی حالت ہے ہماری موجودہ تقدس ماب ہستیوں کی، ہمارے رہبرانِ دینی کی اور ہمارے پیشوایان ملت کی۔ جہاں حیثیت بدلی خود بھی بدل گئے۔ اگر ایک وقت سجادہ پر تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے ورد و وظائف کی تلقین فرمارہے ہیں تو اپنے محل کے اندر جا کر وہی عاشقانہ غزلوں اور گیتوں سے سرشار ہو رہے ہیں۔ لیکن جب کسی دوسری جگہ حلقۂ مریدین سے باہر ہوئے تو تھیٹر وغیرہ تماشے کھلے بندوں خود دیکھ رہے ہیں اور اپنے حواریوں کو دکھلا رہے ہیں۔ یہی حالت ہے آج کے علما کی۔ سچ کہا ہے ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بخلوت میروند آں کارِ دیگر میکنند[1]

پیشوایان ملت کی تو حالت ہی نہ پوچھو کہ کیا بنتے اور کیا ہوتے ہیں۔

سو خدا تباہ کرے حیثیت کو کہ اس نے حقیقت و ماہیت کی جڑ ہی اکھاڑ دی اور صرف نمائشی رنگ ہی دنیا میں بھر دیا جس کی تہہ میں کچھ نہیں۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں۔ باپ بیٹے کے درمیان بھی مختلف حیثیتیں اور ماں بیٹی کے درمیان بھی۔ ایک حیثیت تو ماں اور ناصح کی اور دوسری حیثیت راز دار سہیلی کی۔

جب صوبہ سرحد کو پنجاب سے ملحق کرنے کے لئے کمیشن بیٹھا تو آنریبل میاں فضل حسین صاحب نے اپنی شہادت میں اپنی دونوں حیثیات نمایاں کر کے انہی کے مطابق الگ الگ شہادت قلمبند کرائی۔ ایک بحیثیت مسلم دوسری بحیثیت وزیر تعلیم۔ گویا حیثیتوں کے سوا خود تو کچھ نہیں۔

ا۔ واعظ جو منبر و محراب پر جلوہ افروز ہوتے ہیں جب خلوت میں جاتے ہیں تو کچھ اور ہی کام کرنے لگ جاتے ہیں۔

Marfat.com

نبض شناسی کا الٹا طریقہ

مشہور ہے کہ نیک تمام دنیا کو نیک دیکھتا ہے اور بد تمام دنیا کو برا اور بدمعاش خیال کرتا ہے۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو مغموم کو ساری دنیا کی اشیا جاندار ہوں یا بے جان مغموم نظر آتی ہیں اور مسرور کے لئے تمام دنیا ہنستی کھیلتی دکھائی دیتی ہے خواہ اس کے گھر میں ماتم ہی برپا ہو اور دنیا کا واویلا اس کے کانوں میں گیت ہو کر پہنچتا ہے۔ اسی طریقہ پر چلتے جائیں تو جاہل ساری دنیا کو جاہل اور عالم ساری دنیا کو عالم اور واقف خیال کرتا ہے اور جو کچھ خود پسند کرتا ہے دوسرے کے لئے بھی وہی پسند کرتا ہے اور جس سے خود پرہیز واجب جانتا ہے اسی سے دوسرے کی بھی پرہیز واجب گردانتا ہے۔ اگر خود بیمار ہے تو دوسرے کے لئے بھی بیماری کھانا تجویز کرے گا اور اگر تندرست اور طاقتور ہے تو بیمار مریض کے لئے گوشت پلاؤ اور طاقتور خوراک پیش کرنے میں ذرہ بھر تامل نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ اگر اپنے اندر جذبۂ شہوت زیادہ ہے تو ساری دنیا کو ہی شہوانی تصور کر کے عجیب بے سروپا الزام قائم کرے گا، خواہ معصوم بچہ ہی کیوں نہ ہو اور اگر اس جذبہ سے بوجہ کبرسنی یا کسی بیماری کے خلاصی ہو گئی ہو تو ساری دنیا کو ہی اس جذبہ سے پاک سمجھنے لگتا ہے۔

Marfat.com

کئی بار دیکھا ہوگا کہ جب میاں بیوی بوڑھے ہو گئے اور بال بچے جوان تو ان کو ان کی جوانی اور ان کی خواہشات نفسانی اور ان کے جذبات اندرونی کا کبھی خیال تک بھی نہیں آتا اور اپنے جذبات اور اپنی عقل کے مطابق چلتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ جب ہم اس عمر میں تھے تو رات کیسے کٹتی تھی اور دن کیسے۔ لڑکی کی عمر تو ہوگئی بیس بائیس لیکن ابھی ماں باپ کو جہیز تیار کرنا ہے۔ کسی نے کچھ کہہ بھی دیا تو بجائے اس کے کہ ان پر اثر ہو الٹا کہتے ہیں کہ کل کی بچی ہے، ہو جائے گا، ابھی کیا گھبراہٹ ہے، کچھ دنیاداری کا بھی تو بنالیں۔ آخر وہ کچھ ہوتا ہے جو قلم کو بیان کا یارا نہیں۔

اس زمانہ میں تو اس طریقۂ نبض شناسی نے اور بھی بہت کچھ ترقی کر لی ہے۔ مردوں نے دیکھا کہ ہم آزاد دفتروں میں کام کرتے ہیں، سڑکوں پر چلتے ہیں، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاتے ہیں اور دریا کی سیر سے لطف اٹھاتے ہیں تو کیا نازک طبقہ ہمارا جوڑ نہیں، ہم جیسا نہیں، کھاتا نہیں کہ پیتا نہیں پھر انہیں گھروں میں بند رکھنا فضول۔ کیا ان کا دل ہمارے جیسا نہیں اور وہ ہماری طرح پھرنا پسند نہیں کرتیں؟

حتیٰ کہ دنیا نے اس درجہ ترقی کی کہ اکثر شوقینوں کو یہ خیال بھی سوجھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ جب ہم بوس و کنار کرتے ہیں تو یہ نازک لطیف طبقہ ابھی تک شرم میں کیوں ہے۔ اگر ہم ان سے لطف اٹھاتے ہیں تو یہ حیا کو بالائے طاق رکھ کر کیوں خود بخود آگے بڑھ کر لطف نہیں اٹھاتا۔

دوسری طرف صنف نازک کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنے جیسا پابند اور تمام قیود میں جکڑا دیکھتے ہوئے کبھی یہ پسند نہیں کرتی کہ مرد آزادانہ اپنی کاروائی کرے۔ بلکہ وہ چاہتی ہے کہ ہر کام کرنے اور نہ کرنے میں ہمارے حکم کے اندر رہے اور جسے

Marfat.com

ہم ناپسند کریں اسے یہ بھی ناپسند کرے اور جسے ہم مرغوب سمجھیں وہ بھی مرغوب اور محبوب سمجھے۔ اندازہ کریں کہ عورت کو تو مرغوب ہے مرد، کیا مرد کو بھی مرد ہی مرغوب ہو۔ وقس علی ذالک البواقی۔[1]

اب اس نبض شناسی کا ہی فیصلہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش کھڑا ہونا چاہیے تاکہ جو اختیارات مرد کو حاصل ہیں وہی عورت کو حاصل ہو جاویں۔ اگر مرد طلاق دے سکتا ہے تو عورت کیونکر طلاق سے محروم رکھی جائے۔ اگر مرد اپنے لئے بیوی کا انتخاب کر سکتا ہے تو عورت بھی اپنے لئے خاوند تجویز کر سکتی ہے۔ اگر مرد کو چار بیویوں کے اکٹھا کرنے کا حق شریعت نے دے رکھا ہے تو عورت کو یہ حق کیوں نہ دیا گیا۔ اگر مرد کونسل کی ممبری کے لئے ووٹ حاصل کرتا ہے تو عورت کو بھی در بدر لوگوں کے سامنے خوشامد کر کے ووٹ حاصل کرنے چاہئیں۔ غرض سینکڑوں امور ہیں جن کے لئے موجودہ نبض شناس تڑپ رہے ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ ہماری اپنی نبض دیکھنے سے ان کی نبض کا پتہ اور ان کی مرض یا علاج کا پتہ کیونکر چل سکتا ہے۔ کیا کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کبوتر تو کبوتری کو دیکھ کر گٹکتا ہے لیکن کبوتری شرمیلی آنکھوں سے دانہ ہی اٹھاتی رہتی ہے، مور ناچتا ہے اور مورنی حیران کھڑی ہوتی ہے، مرغ اپنی گردن کی کلیاں اٹھا کر بانگ دیتا ہے لیکن مرغی خاموش بیٹھ جاتی ہے۔ صدہا مثالوں کا مطالعہ کرو۔ دونوں نر و مادہ میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ ذرا گھر کے اندر ہی دیکھ لو کہ باوجود محبت کے عورت کی آنکھ کبھی محبت کے نشہ میں آ کر مرد کی طرف نہیں اٹھتی خواہ آزادی کا سبق کتنا ہی ازبر کر دیا گیا ہو۔ اگر واقعی ایک فطرت اور ایک سرشت ہے تو کیوں انہیں دعوت عمل نہیں دی جاتی کہ مردوں کی طرح ہل چلائیں، ریلیں

ا۔ اور اسی پر باقی چیزوں کو قیاس کر لیجئے۔

Marfat.com

بنائیں اور کارخانوں میں ہتھوڑے ماریں، کان کنی کے لئے ڈائنامیٹ لگائیں اور کپڑا بنیں۔ غرض سینکڑوں کام ہیں جن کے لئے نہ تو نبض شناسوں نے دعوت دی اور نہ ہی کونسل کی ممبری اور کالج کی تعلیم کی طرح خود ان میں تڑپ پائی جاتی ہے۔ آخر کیوں؟ صرف اس لئے کہ نازک وجود ہے، یہ کام اور یہ مشقت برداشت نہیں کرسکتا۔ مگر کئی مرد کمزور ہونے کے باوجود ایسے کام کرتے پھرتے ہیں اور کئی عورتیں بظاہر مردوں سے یکساں طاقتور نظر آتی ہیں لیکن بامشقت عمل کے لئے وہ کبھی ہاتھ نہیں بڑھاتیں۔ بیشک وہ بامشقت عمل جو ان کی سرشت میں ہے برابر خوشی سے کرتی ہیں، جیسا کہ چکی پیسنا۔

یہ سب کچھ تسلیم بھی کرلیں کہ یہ فیصلہ درست ہے تو کیا تمہاری آزاد سے آزاد طبیعت بھی کبھی یہ گوارا کرتی ہے کہ بھری محفل میں اٹھے اور سب کی نگاہیں عاشقانہ انداز سے اس کے چہرے کے بوسے لے رہی ہوں اور تم گھبراؤ گے نہیں اور کہو گے کہ ہمیں کچھ پرواہ نہیں؟ کیا آج تک جو گلہ رقیب کا سنتے آئے ہیں، یہ غیر فطرتی بیان ہے یا فطرتی؟

ذرا اس سے بھی آگے چلو۔ پاؤں ہوئے بھاری، لب ہوئے خشک، پیٹ کی توند سوا دو فٹ نکل آئے باہر۔ اس پر ووٹ دینے یا تقریر کے لئے بیگم صاحبہ اٹھیں اور نہایت دھیمی آواز سے اور ہانپتے ہوئے فرمانے لگیں کہ اب میرا ایک ووٹ نہ سمجھنا بلکہ ایک میرا اور ایک میرے بچے کا، تو ایسے وقت کون سا مرد ہے جسے اس سے شرم و غیرت نہ آئے گی۔

آؤ ایک اور مطالعہ کریں۔ باوجودیکہ اس وقت صنف نازک کے نمائندے

Marfat.com

اور وکیل دھڑادھڑ اس کی نمائندگی، ترجمانی یا وکالت کر رہے ہیں کہ دولہا دولہن ایک عمر کے ہوں اور یہ آواز برابر کونے کونے گونج گئی۔ لیکن اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ دولہا پچاس ساٹھ سال کا ہے تو دلہن پندرہ سولہ کی اور نہایت مزے سے بطور میاں بیوی زندگی گزارتے ہیں میرا ان یہ مطلب نہیں کہ تمام ہی بلکہ شاذ و نادر ہی ان میں بگاڑ دیکھا۔ اور بعض اوقات تو کئی کمسنوں کو دیکھا کہ وہ اپنے اختیار سے اپنے سے دوگنے تگنے سن والوں کو منتخب کیا کرتی ہیں۔ مگر یہ کبھی نہ دیکھا کہ کسی مرد نے کسی پیر فرتوت عورت چھوڑ، اپنے سے دو تین سال بڑی کو ہی نکاح میں لیا ہو۔ دو تین سال تو الگ رہے ایک دو دن کا فرق بھی ہے تو ہم نے اکثر کو دیکھا کہ ان کی عمر ناچاقی سے گزری۔ اور کوئی ایسا نہیں جسے یہ فطرتی کلیہ معلوم نہ ہو۔

غرض اسی طرح ہمارے دوسرے معاملات میں بھی نبض شناسی کا غلط طریقہ جاری ہے۔ معلم تعلیم دیتا ہے تو بچوں کے لئے اپنے جیسے طاقتور حواس تسلیم کر لیتا ہے اور جسے خود آسان سمجھتا ہے وہی لڑکوں کے لئے بھی اور جسے خود مشکل جانتا ہے ان کے لئے بھی مشکل جانتا ہے۔ خود تھک کر بیٹھتا ہے تو لڑکوں کو بھی خاموش بیٹھنے کا حکم دیتا ہے اور بار بار حکم دہراتا ہے کہ نچلے ہو کر بیٹھیں۔ اس بیچارے کو یہ معلوم نہیں کہ وہ بے شغل نہیں رہ سکتے اور ان کی فطرت فکر و غم سے آزاد ہے تو کیونکر خاموش بیٹھیں۔

ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم [1]

جاتے ہوئے مذہبی آدمیوں کو بھی دیکھتے جائیں کہ وہ اس بارے میں کیا سوچ رکھتے ہیں۔ جہاں تک مجھے ان سے واسطہ پڑا اپنے مذہب کے اندرونی جوش میں باقی تمام ادیان کو باطل کہہ کر اس کے پیروؤں کو برا بھلا کہتے ہوئے ذرا نہیں

۱۔ جو ہم نے خیال کیا وہ بذ تو خود غلط نکلا۔

Marfat.com

شرماتے اور صاف کہتے ہیں کہ ان سب کم بختوں کے لئے حقانیت سورج اور چاند کی طرح واضح ہے اور دیدہ ودانستہ ضد کئے بیٹھے ہیں۔ ہمارے مذہب کی ایک ایک خوبی ان کے ذہن نشین ہے۔ مباحثہ کے لئے گاہ بگاہ جو آتے ہیں تو صرف عداوتاً، ورنہ بے ایمان سب کچھ جانتے ہیں۔ خاص طور پر مسلمان اس معاملہ میں بہت آگے آگے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ خیال نہیں آتا کہ آج دنیا میں روٹی کا تو کوئی محتاج نہیں۔ اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو عیسائیوں اور ہندوؤں میں کچھ دانہ پانی ملتا ہو تو ہو مسلمانوں کے ہاں کہاں؟ وہ تو خود بھوک سے مر رہے ہیں تو پھر کیوں باطل مذہب کے پیرو بنے بیٹھے ہیں؟ بلکہ! گلے دن ایک مولوی صاحب سے ذکر ہوا کہ جن غیر مسلموں کو ابھی تک تبلیغ اسلام نہیں پہنچی ان کے لئے عذاب قیامت کے بارے میں کیا رائے ہے۔ فرمانے لگے: عذابِ کفار۔ تبلیغ اور کیا ہوتی ہے۔ ساری دنیا کو سورج کی طرح اسلام کا نور دکھائی دے رہا ہے۔ اس کے سوا اب کسی دوسری تبلیغ کی کیا ضرورت۔ حالانکہ مولانا صاحب قبل ازیں مسئلہ بیان فرما چکے تھے کہ حضرت سرور کائنات ﷺ کے والدین مذہبِ فطرت پر فوت ہوئے، کیونکہ قبل از اسلام فطرت متصور ہوگی اور فطرت کے پیروؤں پر کوئی عذاب نہیں۔ لیکن جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو اب فطرت کا سوال ہی بے جا ہو گیا۔

لیکن یہ سب کچھ کیوں کہتے ہیں؟ اس لئے کہ اپنی نظر سے، اپنے اندرونی جذبہ اور اپنے خیال سے بول رہے ہوتے ہیں۔ اگر دوسرے مذہب کے پیروؤں کے زاویۂ نگاہ سے اس کے مذہب کو دیکھتے تو پھر اس بیچارے کو اتنا برا بھلا نہ کہتے۔ بلکہ اس کی باطل پرستی (جس کو وہ بزعم خود حق خیال کرتا ہے) پر رحم کھاتے اور اس کی رہبری اس طرح کرتے جیسا کہ ماں بچے کی رہبری کسی بُری چیز کے چھڑانے کے لئے کوئی

Marfat.com

عمدہ چیز پیش کر کے کرتی ہے نہ کہ صرف ڈانٹ اور غصے سے۔ کسی نے کیا خوب کہا

لیلےٰ را بچشم مجنوں باید دید ۱؎

ایک صوفی بزرگ کی طبیعت جب مال و اولاد سے متنفر ہو جاتی ہے اور اس کے سامنے یہ سب کچھ ہیچ ہو جاتا ہے تو ساری دنیا کو دعوت دیتا ہے کہ مال و اولاد کی کچھ حقیقت نہیں اور اگر مرید صادق اس کی خدمت میں حاضر بھی ہوتا ہے تو سوائے اپنے جذبات کے کچھ سننا پسند نہیں کرتا۔ نہ اس کے بال بچوں کی عافیت پوچھتا ہے، نہ اس کے گزارے کی بابت دریافت کرتا ہے اور نہ اس کے آنے جانے کے بارے میں سوال کرتا ہے۔

اور جب کسی عاشق الٰہی کو ذکرِ الٰہی میں لذت حاصل ہو جاتی ہے اور ذکر اس کے تن من میں رچ بس جاتا ہے تو وہ ہر ایک زبان سے خواہ انسان کی ہو یا درخت و پتھر کی اللہ اللہ کی آواز سنتا ہے اور ہر چیز کو اس کے سامنے سربسجود دیکھتا ہے اور اس آیت کا ورد کرتا ہے: یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۲؎

خلافت کے سرمستوں نے جب اپنا گیت دنیا میں گا سنایا تو جوان کا ہمنوا ہو کر ان کی سُر گانے لگا تو برابر تحسین اور آفرین کے نعرے اس کے لئے بلند ہوئے اور شاباش کے تمغے اس کے سینہ پر چسپاں کئے گئے۔ لیکن کوئی ایسا دلیر بھی آنکلا جو اس نظریئے کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور اس کی معلومات یا اس کی فطرت اسے اس طرف جانے نہیں دیتی تھی لہٰذا اس نے علی الاعلان انکار کیا تو وہ اسے لعنتی طوق گلے میں ڈالے

۱؎ لیلیٰ کو مجنوں کی آنکھ سے دیکھنا چاہئے۔

۲؎ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی ہی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ (الجمعہ ۶۲:۱)

Marfat.com

کشاں کشاں لئے پھرے تا کہ وہ ذلیل وخوار ہو۔ کیا کوئی عقلمند ان خلافتی رہبروں کو اس معاملہ میں حق بجانب خیال کرسکتا ہے خواہ وہ خلافت کے پروپیگنڈا میں کتنے ہی سچے اور حق بجانب کیوں نہ ہوں۔ غرض جسے اعلیٰ سے اعلیٰ نبض شناس اور فطرت شناس بھی کہا جائے یا دیکھا جائے وہ بھی اسی غلط طریقہ پر کاربند ہے اور اسی الٹے طریقہ پر عمل پیرا۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اور اگر درست نہیں تو کیا قوم اور رہبرانِ قومی وملکی اس کی طرف توجہ کر کے اپنے فریضہ سے سبکدوش ہونے کے لئے تیار ہیں؟

بر رسولاں بلاغ باشد و بس[1]

1۔ پیغامبروں کے ذمے تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور بس۔

Marfat.com

فقر وفقیری

ا یوں تو ہندوستان میں تقریباً دو تہائی انسان ایسے ملتے ہیں جو فقر وفقیری (تصوف) کے معتقد اور اس کے دلدادہ ہیں اور زمانہ قدیم سے نہایت عجیب وغریب روایات رکھتے ہیں خواہ عقل تسلیم کرے یا نہ کرے اور تاریخ ان کی شہادت دے یا نہ دے۔ بچے سے بوڑھے تک اس کے پجاری۔ مسلمان ہی نہیں ہندو ان سے بڑھ کر۔

لیکن اس وقت سارے ہندوستان کا خاکہ نہ تو ہم دکھا سکتے ہیں اور نہ یہ ہماری غرض۔ مشتے نمونہ از خروارے کے مطابق مغربی پنجاب کے چند اضلاع کا خاکہ بھی ہماری قلم کھینچ سکے تو ہم اسے اپنی کامیابی سمجھیں گے۔

جس پہلو سے بھی اس "فقر وفقیری" کی تقسیم اور کی جائے اس کا احاطہ ناممکن ہے۔ لیکن صرف دکھانے کے لئے ہم ایک ظاہری تنویع یوں کر سکتے ہیں۔

(۱) سیّد جو اپنے آپ کو وارثِ پیغمبر آخر الزماں سرور کائنات ﷺ سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ فقر کی کوئی دوسری نشانی ان کے پاس نہیں۔

(۲) سیّد زادے جن کے بزرگ کبھی صاحب تصرف ہو گزرے ہوں اور بس۔

ا۔ بدنام بتکدہ ہے مگر کچھ نہ پوچھئے — دیکھے ہیں رنگ میں نے جو کچھ خانقاہ میں
راہ سلوک عشق ریاضت طلب نہیں — سو سو مقام ہوتے ہیں طے اک نگاہ میں

Marfat.com

(۳) (الف) سجادہ نشین جو کسی ولی اللہ کی اولاد سے پیر طریقت کہلائے۔

(ب) ولی اللہ کے سجادہ نشین تو نہیں لیکن اس کی اولاد سے ہیں۔

(۴) (الف) نہ تو کسی بزرگ کی اولاد، نہ سیّد کی اولاد، نہ گدّی اور سجادہ کے مالک، بلکہ کسی قبر کے مجاور۔

(ب) مضمون بالا ہے لیکن قبر تحقیقی نہیں بلکہ بناوٹی ہے۔

(۵) کسی مست وار فقیر کی خدمت چند دن کی۔

(٦) نہ سیّد، نہ بزرگ زادے، نہ سجادہ نشین، نہ قبر کے مجاور، نہ خدمت گزار بلکہ آنکھوں میں سرمہ، بال گھنگھریالے، آواز مست، پاؤں میں گھنگھرو، ہاتھ میں ٹلیاں۔

اب مختصراً ان کے کچھ حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

(ا) سید۔ان کی تعداد بے انتہا ہے اور سب نکمّے۔ ڈاڑھی صاف، صوم و صلوٰۃ سے واسطہ نہیں، گالی گلوچ تکیۂ کلام، حرام حلال سے بے تعلق، اپنے پرائے سے بے خبر، جاہلِ مطلق۔ مرید آئے یا مریدنی سر پر ہاتھ رکھتے ہیں اور مرید قدموں پر اور مریدنیاں چرنوں جا گرتی ہیں۔ نہ کسی کا جوٹھا کھانا ہے اور نہ کسی کو اپنے برابر بٹھانا ہے۔ بلکہ اعلان یہ ہے کہ ہمارے مرید کو کیا پرواہ ہے، دین و دنیا کے ہم ذمہ دار۔ سال میں ایک دفعہ شیرینی وصول کرنے کے لئے دورہ کریں گے اور روپیہ اٹھنّیا اور ایک ٹوپہ (دوسیر) غلّہ تک وصول کرتے ہیں۔ کسی کے پاس صرف ٹٹو ہے اور خرجی اور کسی کے پاس گھڑیال۔ جاہلوں میں یہ پیر کہلاتے ہیں۔ ان کے خیال میں انسان کے لئے ایک پیر اور دوسرا مرشد ضروری ہے۔ پیر وہ ہے جو پشتی پیشوا تسلیم کیا جاتا ہے اور مرشد

Marfat.com

وہ ہے جسے خود کوئی اپنے لئے رہبر تجویز کرے۔

(۲) سیّد زادے پیر، یہ تعداد میں کم ہیں۔تمام حالات میں مذکورہ بالا صنف کے اوصاف رکھتے ہیں لیکن تکبر میں ان کی شان بہت بلند ہے۔ان کے برابر تو کیا کسی کو ان کے سامنے چارپائی پر بیٹھنے کی اجازت نہیں۔حُقہ تو سب میں برابر ہے لیکن اس کے سوا کسی اور چیز کو کوئی دوسرا استعمال نہیں کرسکتا۔ان کا بھی دورہ ہوتا ہے لیکن با شان۔گھوڑے، اونٹ، کتّے اور باز لوازمات جلوس ہوتے ہیں۔گھوڑوں کو مکھن اور کتوں کو گوشت انسانوں سے بڑھ کر صاف ستھرے برتن میں کھلایا جاتا ہے۔ ان کی شیرینی تو روپیہ اٹھنی ہے لیکن پہلوں سے مریدی حلقہ زیادہ۔دعا کی التجا ان سے کوئی نہیں کرتا البتہ ان کی بددعا کا خیال اور خوف برابر طاری رہتا ہے کہ مبادا کچھ منہ سے نکل جائے اور ہم تباہ ہو جاویں۔پہلی قسم کا کوئی اثر ماحول پر نہیں پڑتا۔ان کے لغو خیالات سے اکثر مرید اور دیگر تماشا بین متاثر ہوتے رہتے ہیں۔وعظ و نصائح کے لئے ہیر وارث شاہ کافی سمجھی جاتی ہے۔حلقہ میں زن و مرد برابر اکٹھے آتے جاتے ہیں اور رات دو رات رہ کر چلے جاتے ہیں۔

اس قسم کے کچھ سیّد زادے فقر کی مسند بھی سجا بیٹھتے ہیں اور صرف سیّد زادگی ہی پر ان کی پیری مریدی نہیں ہوتی، بلکہ وہ خود ایک صاحب حال بزرگ بن بیٹھتے ہیں۔ضلع شاہ پور میں ایک ایسے بھی دیکھے کہ جب گھر سے دورہ پر نکلتے ہیں تو چار پانچ ملنگ ساتھ ہوتے ہیں لیکن جوں جوں بھیرہ سے جنوب مشرق کی طرف وہ حلقۂ مریدین میں داخل ہوتے جاتے ہیں تو ہجوم کی شکل میں خاص سواری نکلتی ہے۔رات دن محفل گرم۔مرد و عورت اکٹھے رہتے سہتے ہیں۔بلکہ اکثر ایک لحاف میں ایک پیر

Marfat.com

بھائی اور ایک پیر بہن کا جوڑا رہتا ہے۔ پیر صاحب خود جسے پسند کریں بھری مجلس میں اپنے پاس پلنگ پر بٹھا کر۔

تجھ کو بٹھا کے سامنے یادِ خدا کروں

کی ہو بہو تصویر ہو جاتے ہیں۔ گاؤں کی تمام عورتیں اور مرد اکثر محفلِ طریقت سے شاد کام ہوتے ہیں۔ باقاعدہ قوالی تو نہیں لیکن دوہڑے، ماہیا، اور سی حرفیوں کی بارش سے تمام مجلس عشق کے شعلہ سے بھرپور ہو جاتی ہے اور اپنی پرائی کی کسی کو خبر تک نہیں رہتی۔

ذکر کا طریقہ ایسا عجیب کہ نہ کبھی سنا نہ سنیں گے۔ عورتوں کی ایک صف ہوگئی اور مردوں کی بالمقابل دوسری۔ پہلے عورتوں نے ''لا الٰہ الا اللہ دوے'' کہا پھر مردوں نے جواباً ''محمد رسول اللہ دنی'' پکارا کیا۔ مرد اور عورتیں اپنے اپنے دلرباؤں پر ہاتھ اور آنکھ سے ایک دوسرے پر دست بدست وار بھی کرتی جاتی ہیں۔

پیر صاحب کی کوئی اور کرامت ہو نہ ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ آپ کے مرید اکثر چھڑے (کنوارے) جوان، مستانے، خوش گلو، خوبرو اور مریدنیاں جوان، خوبصورت، نازک بدن، شادی سے متنفر۔ کسی نے کچھ کہا تو علی الاعلان کہہ دیا کہ جب ایک سے عقد نکاح ہو گیا تو پھر دوسرے سے کیا کوئی کرتا ہے؟ یا اپنے خاوندوں سے ناچاق آوارہ گرد۔

غرض دو تین ماہ کے دورے میں وہ مزے نصیب ہوتے ہیں کہ جنتیوں کو بھی شاید حور و قصور میں نصیب نہ ہوں گے۔ لطف یہ ہے کہ اسلام کے ارکان تو ارکان رہے شعائر اسلام سے بھی واسطہ نہیں اور جانتے تک نہیں کہ اسلام کیا ہے اور اس کا بانی کیا

Marfat.com

تھا۔ دعویٰ یہ کہ ہر وقت حضوری (دربارِ رسالت) میں رہتے ہیں۔ فقر کا شریعت سے کیا تعلق۔ نماز پڑھنے والوں کو بھی کبھی خدا ملا۔ وہ تو ہمارا اور ہم اس کے۔

دوسرے پیر صاحب ضلع گجرات تحصیل پھالیہ میں چندے مقیم رہے۔ جن کے ساتھ بیس پچیس کے قریب خلیفے اور دس بارہ کے قریب خلیفیاں گھوڑوں پر سوار۔ کوئی رانجھی، کوئی بھکسینہکی، کوئی گوندل، کوئی چٹھی، کوئی تارڑ وغیرہ جو اپنے قومی ناموں سے عظمت ظاہر کرنے کے لئے پکاری جاتی ہیں۔ اس پر دو چار مصلّی، دو کے گلے میں ڈھول تیسرے کے ہاتھ میں بین اور چوتھے کے پاؤں میں گھنگھرو۔

کسی اچھے بھلے زمیندار کے گھر میں بن پوچھے شاہ صاحب جا دھمکتے ہیں اور ناخواندہ مہمان کی طرح ڈیرہ جما دیتے ہیں۔ فوراً پلنگ بچھ جاتا ہے۔ اس پر سوزنی سفید اور گاؤ دم تکیہ۔ اس پر نورانی سفید ریش بابا جی نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ صرف ایک مرغ کا کباب یک وقتی اور ڈیڑھ پاؤ مصری سے اپنی خاکسارانہ زندگی بسر کرنے والے۔

ڈھولیے نے ڈھول بجایا۔ بین والے نے بین میں ہُو ہُو کی لے سنائی۔ گھنگھرو والے نے گھنگریالے بال کھول، مستانہ آنکھوں سے بجلیاں برسائیں اور منہ سے ہیر وارث شاہ یا کڑا مرزا گانا شروع کیا۔ بس کیا تھا، خلقت کے ہجوم در ہجوم آنے لگے۔ اور نقشہ دیکھتے ہی دل میں کھُب گیا کہ دستگیری مرتبہ رکھتے ہیں۔ ہُو ہُو، لا الٰہ الا اللہ، الا اللہ، لا الٰہ لا الٰہ کے آوازے ہر طرف سے بلند ہونے لگے یہاں تک کہ غین عین ہو گیا اور دوئی کا سماں اٹھ گیا۔

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تُو ہی تُو ہے

Marfat.com

جن بیچاروں کو کبھی دیدار یار نصیب نہیں ہوا تھا اور جو خستہ حال ''دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا'' کے مصداق تھے وہ دیدار کی مسرتوں سے شرف اندوز اور غنچہ دہنی کے جام سے شیریں کام۔

گویا حسن و جمال کے مہا دیو ہیں کہ پری جمال دیویاں دکھانے کے لئے دنیا میں آئے یا زاہدانہ وہی حور و قصور کے بدلے یہ ظاہری حوریں بہشت سے لے آئے کہ وہی حور پر عشق کیا مچلے گا۔ دنیا پرست لوگ دنیا کو تب ترک کریں گے جب ان حوروں کا عین حظ اٹھا لیں گے اور دیکھ لیں گے کہ جب پیر جی اس دنیا میں گل مل کے دامن اور حوصلہ بھر رہے ہیں تو اگلی دنیا میں انہیں کیا کمی ہے؟ بلکہ ان کی ایک نظر ہی کافی ہے۔ غرضیکہ ۔

جو کچھ نہ دیکھا ہو وہ دکھاتے ہیں پیر جی

(۳) (الف) سجادہ نشین پیر طریقت۔ پہلی قسم تو وہ ہے جو اپنے بزرگ کے سچے جانشین ہیں اور ظاہری و باطنی نسبت اپنے بزرگ کی رکھتے ہیں۔ خواہ ان کے بزرگ کسی صورت اور کسی درجہ اور کسی نوع کے تھے۔ لیکن ان کو سردست ہم چھوڑتے ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو اپنے بزرگ پیر کی نسبت باطنی سے تو کورے ہیں لیکن ظاہری حالت میں کیا مجال کہ رائی کا فرق بھی نظر آ جائے۔ لباس وہی، جلوس وہی، تقویٰ و پرہیزگاری وہی، سفر و حضر وہی، آداب و قواعد وہی اور نشست و برخاست وہی لیکن اندر سے کھوکھلے۔ لاکھوں مرید ہیں۔ سجدہ نیاز ادا کرتے ہیں، نذریں گذارتے ہیں، حلقہ میں بیٹھتے ہیں اور وہی ادب کرتے اور کراتے ہیں جو ان کے بزرگوں کے سامنے ہوتے تھے۔ لیکن اثر کہاں؟ اگر کسی کے فطرتی مادہ نے جوش کھا کر کچھ اثر پیدا

Marfat.com

کر دیا تو وہی کرامت صاحبزادہ صاحب کے لئے کافی ہے۔

شب و روز دنیا کے افکار میں سرگرداں یا عیش وعشرت کے سامانوں میں سرمست۔ ہر وقت دنیاداری کے قصوں سے مجلس آراستہ اور ذکر صالحین سے بے بہرہ۔ رہائشی سامان کے لئے کرسیاں، کوچ، فانوس، جھاڑ، فراخ اور بلند کمرے، اور سواری کے لئے عمدہ نسل کے گھوڑے۔ اور کوئی شغل ہاتھ نہ آیا تو نیزہ بازی اور شکار سے ہی سنت نبوی کی آڑ لے بیٹھے۔ کھانے میں لذائذ رکھ کر وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۱ کا مصداق ہو بیٹھے۔ گویا یہ انعام الٰہی کا شکر ہے۔ لیکن اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ۲ کی طرف آنکھ نہیں پھرتی۔

مرزائی ریل گاڑی کو خرِ دجال کہیں تو کہیں۔ آپ تو اس گدھے کے گدّے دار کمرہ میں مریدوں کے پسینہ کی دگنی نہیں بلکہ چوگنی کمائی دے کر انگریز لوگوں کی گاڑی میں سفر کریں گے۔ کیونکہ عام گاڑیوں میں گویا نسبت باطنی پر عوام کا اثر پڑتا ہے اور فیوضات وارد ہونے بند ہو جاتے ہیں۔ جہاں گاڑی ٹھہری، ہر اسٹیشن پر کمر کس خادم دست بستہ گاڑی کے سامنے رعب جمانے کے لئے اور لوگوں کے دکھانے کے لئے آموجود ہوتے ہیں۔ بے اختیار اترنے چڑھنے والوں اور بابو لوگوں کی نظر ادھر لگ جاتی ہے اور انگریز لوگ ہکا بکا رہ جاتے ہیں کہ الٰہی کیا ماجرا ہے کہ یہ فرشتوں کی طرح نورانی شکلیں اس سادہ لوح جوان پر قربان ہونے آئی ہیں۔ لیکن پیر روشن ضمیر اپنے حال اور اپنے مریدوں کے حال سے ایسا بے خبر کہ انگریز کے سوا اس کی آنکھیں کہیں پھرتی ہی نہیں۔ شاید حال مستی کی یہ آخری منزل ہو۔ دورہ پر تشریف لے گئے تو

۱۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گننے لگو تو انہیں گن نہیں سکو گے۔ (ابراہیم ۱۴:۳۴)

۲۔ بے شک انسان بہت بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔ (ابراہیم ۱۴:۳۴)

Marfat.com

گھر کا تمام سامان ساتھ، اسّی نوّے خادم ہمراہ، دس بارہ گھوڑے، تسبیح و مصلّے، گاؤ دم تکیے، رکاب رکیبیاں، جادو لمپ، وغیرہ کیا کیا گنا جائے۔ جہاں ڈیرہ جمایا اس قدر رعب کہ الٰہی توبہ! سناٹے کا عالم۔ کیا مجال جو کوئی کچھ پوچھ جائے۔ دنیا سب محو حیرت۔ سلام و دعا کے لئے دست بدست مصافحے نصیب کہاں۔ خلقت ہے کہ دور دور سے زیارت کے لئے آتی ہے لیکن باریابی مشکل۔ نذر و نیاز ادا کی تو نذر بردار نے اٹھالی۔

لیکن جب اس جلوس سے ہوئے فارغ اور اپنی جلوہ نمائی سے ملی فرصت تو خلوت میں جا کر وہ مزے مزے کے مضحکے اور قہقہے اڑے کہ یار لوگوں کو بھی کبھی نصیب نہ ہوں گے۔ دن بھر کے مراقبوں اور بندشوں کے بعد اتنا حظ بھی نفس نہ اٹھائے تو بیچارہ کیا کرے۔ کیا رسول عربی ﷺ نے نہیں فرمایا کہ نفس کا بھی حق ہے۔

کسی خاص باجمال سے نذر و نیاز میں آنکھ لڑ گئی تو اس کا تدارک بھی تو کرنا ہے۔ پھر پیر صاحب کی نظر میں قبولیت ہو تو دنیا میں اور کیا چاہیے۔ گناہ تو عوام کے لئے ہے۔ خواص تو معصوم ہیں۔ گناہ کریں بھی تو نیکیاں ہو کر نکلتا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا نہیں کہا کہ صاحب ملت کا ہر فعل خواہ الٹا ہو ملت کا راہنما ہوتا ہے۔ پھر نسبتِ عکسی سبحان اللہ! مجاہدوں کے بغیر فلک الافلاک کی سیر گھڑی کی گھڑی میں نصیب ہو جائے اور نورِ عرش اپنے اصلی رنگ میں قلب کے اندر جلوہ انداز ہو نکلے تو اور کیا چاہیے۔ کشف و کرامات کا تو کیا ذکر، دن بھر گھوڑے کی تعریف ہی خلیفہ جی کی زبانی ختم ہو جائے یا آپ کی رس بھری آنکھ کی حقیقت ہی کوئی سنا سکے یا آپ کے تفریحی ذکر ہی ختم ہو جائیں تو کوئی اور ذکر آئے۔ ہاں روضے شریف کے ہیں بوٹے، محل کی چادر، چھت، گھروں کے نقشے، پانی نکالنے کی کل کچھ کم بیان ہیں جو ختم ہو جاویں۔

Marfat.com

تیسری قسم وہ ہے کہ نسبت باطنی چھوڑ، نسبت ظاہری سے بھی کوسوں دور۔ داڑھی صاف یا تراشیدہ، لباس کی وضع قطع فرنگیانہ یا امیرانہ، دنیاداری کے سب لوازمات موجود، مگر نماز روزہ کی پابندی سے آزاد۔ یوں شوقیہ نماز گزارنے کے شیدا۔ دوسرے تیسرے دن محفل سرود گرم۔ سیر و سیاحت کے لئے بندوق اور کارتوس، شکار کے لئے کتے اور باز، کھیل کے لئے ہاکی اور ریکٹ، کھانے کے لئے کیک اور چائے، پینے کے لئے لائم جوس اور لیمن، تبدیلیٔ ہوا کے لئے مری یا شملہ، تفریح کے لئے گھوڑ دوڑ یا تھیٹر اور سینما، دل لگی کے لئے غلام اور لونڈے اور سواری کے لئے موٹر اور تانگے۔

رات دن حکومت کے کارندوں کی خوشامد میں سرگرداں سفید ریش نورانی چہرے مرغی انڈا لے کر جب کوٹھیوں کے گرد گھومتے ہیں تو خواہ مخواہ دل میں کھٹکتا ہے کہ ہو نہ ہو کسی پیرومرشد کی بیگار کے لئے یہ پاک صورتیں ادھر آ نکلیں ورنہ غلیظ وناپاک آستانوں پر ان کا جھکنا کیسا اور ان کی جبہ فرسائی کیسی؟ آہ! یہ تو ساری دنیا چھوڑ کر ایک آستان کے ہو رہے تھے اور آج یہ بیچارے دربدر خوار ہو رہے ہیں۔

عرس کی تقریبات آئیں تو یہ رنگ اور بھی تیز ہو جاتا ہے۔ نت نیا لباس، نت نرالی وضع۔ مرید با اخلاص دور دور سے پاپیادہ، پابرہنہ، نقد وجنس سے بھرپور وارد ہو رہے ہیں۔ نذر پیش کی تو نذر بردار نے اٹھالی۔ پیر دمرشد زادہ صاحب کی نظر بھی پڑنے نہ پائی۔ چہ جائیکہ پیغمبر علیہ السلام کی سنت میں دعائے تشکر کے لئے لب ہلائیں۔

Marfat.com

حلقہ اور مجلس ختم ہوئی تو قرب ان لوگوں کو نصیب جو دنیا دار، دنیا پرست اور وضع قطع میں لاثانی۔ انگلیاں اٹھیں تو کوئی تھانیدار نکلے، کوئی راجہ، کوئی ایک طرف ذیلدار اور دوسری طرف ملک صاحب۔ حضور کے پہلو میں تو خود ڈپٹی صاحب تشریف رکھتے ہیں اور وہی جنھوں نے سبزہ گھوڑا لنگر میں دیا اور حضور کو شکار کی دعوت دی تھی اور پھر حضور ان کو شملہ لے گئے تھے۔

عوام تو اپنی مجلس عامہ سے ہی سرمست ہو گئے لیکن خواص کو اس سے پینک ۱؎ بھی نہ آئی۔ پھر عام کے ساتھ خاص مجلس بھی ضروری جس سے خواص لطف اور کیف اٹھائیں۔ نہایت عمدہ نفیس دریاں۔ ان پر سفید چاندنیاں، باقرینہ تکئے اور گدیلے بچھ گئے۔ سجادہ نشین صاحب باشان وشوکت تشریف فرما ہیں۔ خواص میں زیادہ تر دنیا دار صورت اور خال خال فقیر منش بھی۔ قوال بھی لاہوری یا پشاوری۔ ہاتھوں میں لمبے چُوڑے، ساز وسامان اور وہ غلافوں میں بند، تال وسُر میں ہی گھنٹوں گزر گئے۔ مخمورِ بادۂ عرفان تارتار پر سر دھن رہے ہیں اور روپوں کی وہ بوچھاڑ کہ الٰہی توبہ! گویا زانی کو رجم۔ غزل کیا ہے؟ توحید ہے تو توحید، شرک ہے تو شرک۔ نہ حقیقت کا پتہ لگتا ہے نہ مجاز کا۔ ہر طرح کے مزے موجود۔ واہ سبحان اللہ! ایک طرف صوفی گردانیاں کھا رہے ہیں تو دوسری طرف شرابی گر رہے ہیں اور سجادہ نشین ہیں کہ مجلس کا رنگ دیکھ کر اندر ہی اندر گٹک رہے ہیں کہ شیطان خوب قابو ہوئے۔ سال بھر یاد رکھیں گے۔ احباب کو بتلائیں گے۔ اور ان کو یہ میسر کہاں؟ بہاول بخش کو بڑی رقم پر منگایا۔ مگر سچ یہ ہے کہ سب کچھ آ گیا۔ یہ رنگ کسی دوسرے سے جمنا مشکل۔

۱؎ غنودگی، اونگھ (لغات کشوری ص ۸۹)

Marfat.com

خاندان میں کئی لڑکیاں بالیاں ہیں۔ایک پہلی بیوی بھی اپنے خاندان سے ہے لیکن پرانے فیشن کی۔ جب دیکھو گھونگھٹ میں۔نگاہیں پست،لباس سادہ،آواز پست اور شرمیلی،صوم وصلوٰۃ کی پابند،متین اور کام کی چست،چلتی ہے تو دبے پاؤں۔ مگر ملنسار نہیں۔ پیرو مرشد کے سامنے شرمیلی نظر سے دیکھتی ہے۔لونڈیوں اور مریدنیوں کی نظر میں جچتی نہیں۔اسی لئے مرشد زادہ صاحب کو بڑی دُور کی تلاش ہے۔لکھی پڑھی ہو،چاق وچو بند ہو،لباس بھی فیشن ایبل رکھتی ہو،نشست و برخاست فرنگیانہ نہ بھی ہوتو کم سے کم پوری دنیادارانہ ہو۔پیانو بجا سکے اور ہارمونیم سے گا سکے۔ ڈپٹی کمشنر کی لڑکی نہ ہوتو ڈپٹی افسر مال کی سہی۔زیورات نہیں تو چار پانچ ہزار کا قرضہ ہی سہی۔خرچہ کے لئے روزانہ پانچ روپیہ جیب خرچ اور دوسو روپیہ ماہوار کوئی بڑی شرط نہیں۔ابھی لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔اگر پہلی بیوی کو نکالنے کی شرط لگائیں تو کوئی حرج نہیں۔پہلے کون سی ہماری اس سے محبت ہے۔گزارا کر رہے ہیں۔جب وہ آجائیں گے تو اس کو حافظ نور بخش کے ہمراہ میکے بھیج دیں گے۔لنگر خانہ میاں نور جمال سنبھال لے گا۔باہر ہی پکے،باہر ہی کھائیں۔گھر کے لئے نوکرانیاں کھانا تیار کرلیا کریں گی۔

ملک و مذہب کی جنگ حکومت سے چھڑ جاتی ہے اور ملک و مذہب کے سرفروش دعوت عامہ کی اپیل لے کر گھر گھر جاتے ہیں اور ہر طرف سے صدائے لبیک اٹھتی ہے۔لیکن مرشد زادہ صاحب کو اپنے ارمان نکالنے کا موقعہ ہی اب ہاتھ آیا کہ حکومت دست بستہ ان کے سامنے کھڑی ہے۔سندِ نوابی ہاتھ میں،فرمانِ جاگیر بغل میں،حکم مربع جات کا ٹکہ پیشانی پر،کونسل کی ممبری گلے میں،دلہن سا مکھڑا بنائے بغل گیر ہونے کے لئے تیار کہ ملک میرا دشمن،مذہب میری سوکن۔اگر آج ساتھ دو تو میں

Marfat.com

نوکر لونڈی، اور یہ سب کچھ حاضر۔ پھر اور کیا چاہیے۔ ملک سے تو پہلے ہی بیزار تھے۔ اب مذہب کا خون بہانے میں کیا تامل۔ حکومت کی فرمانبرداری فرض ہے۔ اولوالامر بھی تو مذہب نے کہا اور اس کی اطاعت واجب بتائی۔ مریدوں کو بھرتی کر دیا۔ خزانہ سے مال دیا۔ ذاتی خدمت کے لئے صاحبزادہ صاحب خود تیار۔ دنیا بیوقوف ہے۔ حکم خدا کے بغیر بھی کوئی بادشاہ ہوسکتا ہے اور جب تک وہ کسی کو دیتا ہے کون چھین سکتا ہے؟ ہمیں جو آرام حکومت نے دیا وہ مذہب نے کبھی نہ دیا تھا۔ ہمارا مذہب بھی اسی کی بدولت ہے۔ ورنہ بے حیا وہابی ہمیں کب چھوڑتے۔ مولوی اسماعیل کے پیٹھے طریقت کا نشان تک بھی نہ چھوڑتے۔

(ب) قسمت میں سجادہ نشینی نصیب نہیں ہوئی تو حضرت کی اولاد ہونے کا فخر کیا کم ہے۔ سیّد ہو یا بزرگ سب سے توقع کہ قدمبوسی کرانا ہمارا موروثی حق ہے اور نذر نیاز لینا ہماری جاگیر۔ بارگاہِ مسند پر کوئی نہ پوچھے تو چل پھر کر ہی اَبْـــوَابُ الرِّزْقِ مُغْلَقَةٌ فَافْتَحُوْهَا بِالْحَرَكَاتِ[1] کے حکم کی تعمیل ہی سہی۔ دو تین گھوڑے، چار پانچ درویش لئے گھر گھر جا پہنچتے ہیں۔ عشق کے متوالے تو پہلے ہی کمر بستہ ہیں۔ لیکن ضعیف الاعتقادوں اور کاہلوں کے لئے یہ چر کے کچھ کم دوا ہیں؟

بقیہ کے لئے دیکھو مضمون ''فقر وفقیری'' دوسری قسط۔ زنبیل جلد ۲۔[2]

۱۔ رزق کے دروازے بند ہیں انہیں چل پھر کر کھولو۔

۲۔ افسوس کہ فقر وفقیری جیسے اہم عنوان کی دوسری قسط ہمیں دستیاب نہیں ہوسکی زنبیل حصہ دوم کے صرف تین مضامین ہم تک پہنچے ہیں جو اسی مجموعے کے آخر میں خلاصہ کے بعد دیئے گئے ہیں۔

Marfat.com

حیا سوز منظر

میرا جگر خون ہو جاتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہماری بہو بیٹیاں جن کی ستر داری کے لئے ہم سینکڑوں مصائب اٹھا کر کبھی ان کے لئے برقعہ بنواتے ہیں اور کبھی بند گاڑیوں کا سامان مہیا کرتے ہیں تو گاہے تانگہ پر ہی ایک چوڑی اور فراخ چادر لپیٹ دیتے ہیں اور گاہے ڈولی کے اخراجات گراں اٹھانے کے متحمل ہو جاتے ہیں، خانگی امور کے انصرام کے لئے ماما ئیں اور لونڈیاں رکھتے ہیں جن کو اپنے جیسا کپڑا اور اپنے جیسی خوراک کے ساتھ کچھ نقد بھی ادا کرتے ہیں تا کہ باہر کی ضروریات کے لئے ہمارا ہاتھ بٹائیں اور ہماری بہو بیٹیوں کا پردہ یا ستر قائم رہے۔ اس پر ہی ہماری اکتفا نہیں رہتی بلکہ مسکونی عمارت کے لئے بھی بالائی منزل پر پردے تیار کرنے پڑتے ہیں اور گاہے بگاہے یہ غیرت بھی آتی ہے کہ وہ دور والا مکان کیوں اتنا بلند ہے۔ اس پر کوئی چڑھے تو ہمارے اندر نگاہ پڑتی ہے۔ اس کا کیا تدارک؟

لیکن دوسری جانب جس امر عظیم کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا اس کی یہ حالت ہے کہ دو چار پیسہ سے بڑھ کر خوراک کے علاوہ اگر کوئی لباسی چیز خریدنی ہوتی ہے تو ہماری وہی بہو بیٹیاں جو سات پردوں میں بند تھیں گھر سے برقعہ اوڑھے نکلتی ہیں اور

Marfat.com

تھوڑے ہی فاصلہ پر کھلے بندوں گلی کوچوں سے گزر کر دکانوں پر جا ڈیرہ لگاتی ہیں۔ پہلے پہل تو برقعہ کا نقاب چہرے سے الٹا جاتا ہے لیکن جوں جوں ہوا لگتی ہے تو یہ برقعے خود بخود سر سے سرکنے لگتے ہیں اور اس اجنبی دکاندار سے اس طرح کھلے طور پر باتیں کی جاتی ہیں جیسے کوئی اپنے بھائی یا کسی قریبی رشتہ دار سے کرتا ہے۔ بعض موقعہ پر مذاق اور دل لگی کے کلمے بھی نکلتے رہتے ہیں۔ معلوم نہیں وہ پردہ کیا ہوا اور وہ ستر داری اور حیا کہاں گئی۔ اسی پر اکتفا نہیں۔ تاہم اس سے زیادہ لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ صاحب بصیرت کو سب کچھ معلوم ہے۔ کسی قریبی محلہ دار مسلمان کی نظر اتفاق سے بھی پڑ جائے تو آسمان ٹوٹنے لگتا ہے۔ مگر یہاں ایک جوں بھی رینگتی نظر نہیں آتی۔

اب دوسری طرف ایک نو آبادی کی منڈی (بھلوال، چنیوٹ، بہاؤ الدین) دیکھو۔ بڑے بڑے عزت والے چودھریوں اور نمبرداروں کی لڑکیاں بالیاں، مائیں، بہوئیں جن کے کئی کئی زرخیز مربع نہری ہیں، گھی کی دیگچیاں، غلے کی گٹھڑیاں اور روئی کی بوریاں سر پر اٹھائے سودا سلف خریدنے کے لئے آ دھمکتی ہیں۔ غیر مسلم دکانداروں (مسلم تو ملتا ہی نہیں، ہوگا بھی تو عیاش) کے پاس پہلے اپنا غلہ فروخت کریں گی یا اس کے بدلے کچھ سودا لیں گی۔ نہ بھاؤ کا پتہ نہ داؤ کا علم۔ ترازو کی دُم ہاتھ میں ہے اور بس۔ اوپر نظر کی تو نیچے چھابڑے پر انگلی، نیچے نظر کی تو ترازو والے ہاتھ کو ہی ایک طرف جھکا دیا۔ غرض روپے کے دس آنے بھی پلے پڑ گئے تو شکر۔

اگلے دن کا واقعہ یاد آ گیا۔ میں جا رہا تھا اور کچھ عورتیں بھی شہر سے سودا خریدنے جا رہی تھی۔ راستہ میں ایک بزرگ نیک صورت و سیرت انہی کے گاؤں کے ان سے دو چار ہو گئے۔ سلام و دعا کے بعد اس بزرگ سے کہنے لگیں کہ شہر سودا سلف

Marfat.com

خریدنے جارہی ہیں، دعا کرنا کہ دوکاندار اندھے ہوجائیں اور ہمیں اچھا سودا ہاتھ لگ جائے۔ بھلا ان بیچاریوں سے کوئی پوچھے کہ جب تم اندھی (بے بصیرت) ہوتو وہ آنکھوں والے (صاحب علم وہوش) کیونکر اندھے بنیں۔؟

الغرض یہ تو ہے ظاہری حالت۔اب باطنی حالت کو دیکھو۔ یہ غول صبح آیا۔ کپڑے لتے صاف ستھرے بدل کر قمیص سیاہ برہمی کی، تہہ بند لنگی خوشابی کا، سر پر صاف ستھرا دوپٹہ یا سرخ رومال، معمولی زیور۔ جوان ہے تو ماتھے پر ٹکہ، پاؤں میں توڑے، سینہ پر نولڑا۔ایک دکاندار سے اٹھی تو دوسرے کے پاس۔خریدار تو ایک ہے لیکن دوسری درشنی ہنڈیاں۔خرید دیکھو تو صوف، دوپٹے، دھاری دار لنگیاں، دیگچے، کڑاھیاں، بالٹیاں۔صرافی کی دکان ہے تو ہاتھ پاؤں کے چھلّے، کوکا، نتھ۔کام کی چیز خریدی تو بنو لے اور بس۔

وہ زمانہ تو گیا جب عورتیں باریک سے باریک اور عمدہ سے عمدہ کپڑا سی سکتی تھیں۔ انہیں تو سوئی پکڑنے تک کا وقوف نہیں۔ ادھر خریدا، ادھر درزی کے پاس جاتے ہی تاکید۔اس نے کہا فوراً لیتے جاؤ۔لیکن ابھی ہوتا ہے، ابھی ہوتا ہے۔ ذرا ٹھہرو، ذرا ٹھہرو۔ یہاں تک کہ شام کی بتیاں روشن ہوگئیں۔

بیشک دکاندار ایک قسم کے تو نہیں۔ کچھ بھلے کچھ برے۔ لیکن جو برے ہوتے ہیں وہ اول درجہ کے برے۔جس طرح بے تکلف ان کا رویہ اور ان کا لین دین اور گفت وشنید دیکھی جاتی ہے کوئی مغربی قوم بھی اسے روا نہ سمجھے۔لیکن اپنے شرم وحیا کو مدِ نظر رکھ کر اسے قلم انداز کرتا ہوں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں

Marfat.com

دس بجے لکھے پڑھے کاروباری حضرات اپنے اپنے فرائض پر پہنچنے نہ پائے تھے کہ دار خواتین کے جھنڈ کے جھنڈ کشیدہ دار ٹوپیوں اور بوٹے دار چھری رومالوں ...یتی گرگابیوں اور سلیپروں سے مسلح نظر آنے لگے اور گلی کوچوں سے ہوتے ہوئے کابلی دروازہ سے باہر والی دکانوں پر کلنگوں کی طرح الگ الگ تقسیم ہوگئیں۔

دکاندار پہلے ہی صبح سے انتظار میں بیٹھے تھے۔ ہر ایک کو موقعہ بموقعہ جگہ ملی۔ دو تو ہندو دکاندار کے مقابل، تین ان کے پیچھے، ایک ایک طرف تو دوسری دوسری طرف اور ایک بڑھیا باہر چوکھٹ پر۔ ایک سلیک اور آ ؤ بھگت کے بعد نقاب الٹ دیئے گئے۔ ایک کا چہرہ گلناری تھا اور دوسرے کا گلابی۔ اس پچھلی کی آنکھ مخمور، مستانہ طور، گاہے نیم باز اور گاہے بند تھی۔ دوسری طرف دیکھا تو ایک چودہ سالہ حسن کی پتلی، جس کی مستانہ آنکھ کبھی تو دکاندار پر ہے اور کبھی بازار کے سر میں ہرن۔

اتنے میں بڑی بی نے گرم کپڑے طلب کئے۔ ہر ایک نے کچھ ٹکڑے پسند کئے۔ دکاندار بھی بڑا چالاک تھا۔ ایک نظر تو سودے میں تھی اور دوسری بجلی کی چمک کی طرح کبھی کسی پر اور کبھی کسی پر۔ گویا وہ آنکھ سے ہر ایک کو جواب دے رہا تھا۔ قیمت کا وقت آیا تو اس نے کچھ مانگا اور انہوں نے کچھ بتلایا۔ دکاندار ان چیدہ ٹکڑوں کو ایک نازنین کے ہاتھوں سے کھینچتا ہے تو یہ نازنین ایک ہاتھ سے ٹکڑوں کو قابو میں رکھے ہوئے ہے اور دوسرے سے دکاندار کو اپنے سے دھکیل دیتی ہے۔ حتیٰ کہ اسی کش مکش میں (نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز[۱]) صرف دو پیسے کا فرق رہ گیا۔ اس پر اس مخمور آنکھ نے نہایت التماسانہ ادا سے التجا کی کہ اب جانے دو پھر کسی دوسرے سودے میں فرق

۱۔ قیمت اور بڑھاؤ کہ ابھی کم سستی ہے۔

Marfat.com

نکل جائے گا۔اس کے بعد دو پرانی مچھر دانیاں خریدیں اور بعینہ یہ بھی اسی طرح سودا طے ہوا۔ جاتے ہوئے ایک فلالین کا چھوٹا سا ٹکڑا بٹوے کے لئے لیا۔ دکاندار نے آخر ہاتھ سے لے لیا۔ دام دینے کا وقت آیا تو بٹوا زربفتی واسکٹ سے نکال کر دو روپیہ چار آنے کے پیسے ادا کئے گئے۔ لیکن اوڑھنی کے اندر اچھا بھلا سوٹ تھا اور ٹائی بھی بندھی تھی۔ ایک گھڑی کی زنجیر واسکٹ کے ساتھ لٹک رہی تھی اور دوسری رسٹ واچ کلائی پر۔ اتنے میں وقت دیکھا۔ ایک بج کر کئی منٹ ہو گئے تھے۔ باہر والی بڑھیا نے کہا کہ بھگومل کے پاس بھی ہمیں ضرور جانا ہے کیونکہ ریشم اسے عمدہ بٹن لانے کے لئے کہہ آئی تھی۔ منگل کو جب ہم کچھ کپڑا خریدنے گئی تھیں تو وہ سفید سیپ کے بٹن جیسے بھابھی کے کرتہ کو لگے تھے اس کے ہاں نہ تھے اور آج وعدہ ہے۔ اس پر یہ برقعہ پوش اٹھ کر بازار کے اندر تانگوں، بائیسکلوں اور بھیڑوں کو چیرتی پھاڑتی ہماری نظر سے غائب ہو گئیں۔

Marfat.com

دریا بہ حباب اندر

(خلاصہ مضامین)

آبِ حیات کا کام زندگی ہے، مومن ہو کہ کافر۔ اسی طرح کلام مجید انسانی مردگی کے لئے آبِ حیات۔ کہ ایمان مردہ کو زندہ کرتا ہے تو کفرِ کافر کو بھی۔

تلاطمِ دل میں سکون پیدا کر کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ جب تک سکون پیدا ہو کر یکسوئی پیدا نہ ہوگی تو کچھ نہیں کر سکتا بلند زمین کی سیرابی اسی وقت ہوگی جب ہر طرف سے خیالی پانی کو بند کر کے ناکہ چھوڑے گا۔

خیالی روڑے کی پرواہ نہ کر کہ تیری عملی چکی خود اسے پیس دے گی دل کا اثر تیرے چہرے پر عیاں۔ تُو ان کے چھپانے کی بے فائدہ کوشش نہ کر عقل تیرے لئے قید ہے۔ تُو اس سے اپنے آپ کو مقید نہ کر، ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ نادانی تیرے لئے مذموم تو یہ تیرے لئے قید نمک آٹے میں مناسب ہو تو تیری زندگی اچھی گزرے گی۔

دوسروں کی حقیقت کے لئے کیوں سرگرداں ہے۔ پہلے اپنی حقیقت تلاش کر۔ پھر کچھ اور۔ آج تک تُو یہ معلوم نہ کر سکا کہ تیری زندگی کا مقصد کیا ہے۔

جتنا کسی کے کاروبار، نشست و برخاست، گفت و شنید اور اکل و شرب میں

Marfat.com

اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اتنا ہی انسانیت کے قریب اور تنگ دائرہ میں ہو جاتا ہے اور خدا کے نزدیک۔

ڈبل سودا، فلسفی اور نادان بچہ، حکیم اور ولی، فاعل و مفعول، قبر، وائرلس تو گھر گھر ہے پھر تعجب کیا۔ مرد خوبصورت، عورت نہیں

تلاش چھوڑ کہ وہ ہے۔ تلازم خزاں و بہار، نصف اتار اور ابھار۔ خانۂ دل شہنشاہ کے حوالہ کر کہ چور نہ آئے۔ خیالات اور مرنے پر تیار۔

Marfat.com

عید کی باسی کھیر

رمضان گزر گیا۔ عید آئی، ہاں عید آئی! جب سے ہوش سنبھالی عید آئی اور جب تک ہے آئے گی۔ بچپن میں چھینٹ کا کرتہ پہن کر اور میرے لئے بھی چھینٹ کا کرتہ لے کر ہنستی کھیلتی ملی۔ ایک رکاب میں حلوا تھا تو دوسرے میں دو چار پیسے۔

جوانی آئی تو یہ بھی جوان ہو کر بغل گیر ہوئی۔ میری مستانہ نگاہوں کے ساتھ جب اس کی مست نگاہ لڑی تو وہ کیفیت کچھ میں ہی جانتا ہوں۔ میری خوشی کے لئے نہایت پلے دار شلوار، فراک کوٹ اور سر کے لئے بنارسی پگڑی اور بٹوے روپوں سے بھرپور لے کر مجھے خوشبودار صابن سے نہلا کر عیدگاہ لے گئی۔ واپسی پر نان و خورش کے علاوہ چائے اور کیک پیسٹری سے تواضع کی۔ مجھے میلے میں لے جا کر وہ ریلے دیئے کہ شام تک ہوش نہ آئی تو عید مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ میں نیم مست اور نیم باز آنکھوں سے مسکراتا اپنے مکان پر پہنچا۔ راستہ میں جو بھی مجھ سے دو چار ہوا میری مستانہ آنکھوں سے چُور چُور ہو گیا۔

نوکری پیشہ ہو گیا تو پھر یہ بھی نوکرانہ لباس میں متین اور سنجیدہ ہو کر آئی۔ کئی بار اپنی متانت اور اس کی متانت کا میں نے مقابلہ کیا لیکن مجھے کچھ فرق معلوم نہ ہوا بلکہ

Marfat.com

ایک دوسرے کا عین انعکاس نظر آیا۔ نہ وہ پہلے سے جوش اور مستانہ چال سے آئی اور نہ ہی ریل پیل سے۔ وہی معمولی صاف اتواری لباس نہلا دھلا کر مجھے پہنا دیا گیا۔ یار لوگوں کے سہارے عیدگاہ کہاں مسجد میں دوگانہ ادا کیا۔ ہفتہ واری فیشن کا کھانا کھلا دیا۔ البتہ ایک دو بوتلیں سوڈا کی بھی نہایت تواضع اور انکسار سے پیش کیں۔ اور حسبِ معمول دوپہر کو مجھے سلا دیا۔ نمازِ ظہر کے بعد چائے کیک منگا کر دو چار ہم مجلسوں کے ہمراہ کھلا کر اور تاش دے کر خود رفو چکر ہو گئی۔

اب کے آئی تو پورے پینتیس سالہ شکل میں آئی۔ نہ لباس ہے نہ مسکراہٹ۔ کچھ زیادہ اندیشے میں بھی دکھائی نہیں دیتی اور نہ ہی خواہشات کے تلاطم نظر آتے ہیں۔ لباس میں کوئی تبدیلی نہیں۔ کھدر کا کرتہ، کھدر کا تہ بند، سر پر ایک نہایت بھدّی ململ جو کسی دوست کے ذریعہ خریدی تھی لے کر پہنچی۔ میں پہلے ہی خاموش تھا۔ یہ بھی خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔ نہ اس نے مجھے چھیڑا نہ میں نے اسے۔ وہ اپنے بچوں کو دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی اور میں اپنے بچوں کی طرف نظر ڈالے متفکرانہ ہنس رہا تھا۔ چہرہ پر سرخی کا نام و نشان نہ تھا۔ پہلے کی طرح دونوں بغل گیر بھی ہوئے لیکن کوئی لطف اور مزا نہ آیا۔ حلوا بھی پکا تو چند لقمے رسماً کھائے۔ باقی بچوں اور کمیوں کا حصہ تھا۔ وہ عید بنا کر ہڑپ کر گئے۔

دوگانہ ادا بھی کیا تو سوائے خالق کے فرض کے اور کچھ نہ تھا۔ عیدگاہ بھی گئے تو دھیمی چال سے۔ میں بھی لڑکھڑاتا جاتا تھا اور میری عید بھی۔ واپس آئے تو دونوں کھانا کھا کر کمرے میں بند، ایسے سوئے کہ تمام دنیا اور اس کی عید کی چیخ چنگھار سے نہ اسے جاگ آئی نہ مجھے۔ ابھی ظہر کی نماز کو میں اٹھا ہی تھا کہ میری عید آخری مصافحہ کر کے

Marfat.com

مجھ سے رخصت ہوگئی۔

آہ عید! مجھے اتنا تو بتلا کہ تیری حالت بدل رہی ہے یا میری۔ میں بھی تو وہی ہوں اور تو بھی وہی۔ کیا تیرے خیالات تبدیل ہوگئے یا میرے۔ میں بہت سوچتا ہوں۔ میرا باپ دادا بھی وہی، میرا نام بھی وہی، میرے دوست اقربا بھی وہی اور تُو بھی وہی۔ ہمیشہ رمضان کے بعد اور حج کے بعد سال میں دو دفعہ تجھے دیکھتا ہوں۔ پھر خدا معلوم تُو مجھ سے کیوں کبیدہ خاطر ہو رہی ہے اور پہلے کی طرح خوش رو اور مستانہ آنکھ سے دوچار نہیں ہوتی۔ میری کوئی غلطی ہے تو معاف کردے اور پہلے کی طرح پھر ایک بار چھینٹ کے کرتہ میں میرے پاس آ اور میرے لئے چھینٹ کا کرتہ لا اور اپنی سادہ نظری سے میری دلجوئی کر اور البیلی چال سے مجھے مسرور کر کیونکہ میں تیری شکل کا سخت آرزومند ہوں۔

لیکن آہ قسمت! یہ نصیب کہاں!

ہائے عید! ہائے عید! ہائے عید!

Marfat.com

گراں بحکمت ارزاں بعلت[1]

مقولۂ بالا کسی فلاسفر کا اس قدر مشہور ہے کہ جب کبھی کوئی چیز گراں قیمت پر ملے یا ارزاں قیمت پر تو دونوں موقعوں پر یار لوگ کہہ بیٹھتے ہیں اور یوں گرانی کے لئے تسلی اور ارزانی کے لئے خوف پیدا کیا جاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو سرسری فکر میں یہ معلوم ہوگا کہ کسی ایک نوع کے افراد جزئیہ کے لئے تو یہ درست ہے لیکن مختلف اجناس اور انواع کے لئے درست نہیں۔ اور پورے غور سے کام لیا جائے تو یہ مقولہ بالکل بے معنیٰ ہوگا اور بے سود۔ دراصل کسی چیز کی گرانی یا ارزانی مندرجہ ذیل اسباب پر منحصر ہے۔

(۱) درحقیقت کمیاب ہو۔

(۲) ضرورت اور مانگ ہو۔

(۳) نہ کمیاب ہو اور نہ ضرورت بلکہ قدرتی نرخ بعض اسباب بعیدہ کی وجہ سے کم وبیش ہوں مثلاً بارش نہ ہونے کی وجہ سے گندم کا نرخ بڑھ جانا اور بارش ہونے پر گر جانا۔

۱۔ مہنگا کس مصلحت سے اور سستا کس وجہ سے۔

Marfat.com

سونے کو ہندوستان بڑی قیمتی چیز گردانتا ہے لیکن ۱۹۱۹ء میں اس کی درآمد زیادہ ہوگئی تو اس کا نرخ اتنا گر گیا کہ آج تک کبھی نہ سنا تھا۔ ہندوستان میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً کئی سالوں سے کپاس کی سالانہ پیداوار اس قدر ہونے لگی کہ اگر گزشتہ صدی کی دس سالہ پیداوار بھی سالانہ پیداوار کے مقابلہ میں گنی جائے تو یقیناً کم ہوگی۔ لیکن نرخ اتنا چڑھ گیا کہ ۹ سیر کی بجائے ۹ پاؤ نہیں بلکہ چھ پاؤ فی روپیہ ملنا بھی مشکل ہوگئی۔ اب دیکھو تو کمیاب نہیں لیکن ضرورت اور مانگ زیادہ۔

گائے، بھینس، گھوڑے، بکریاں اور اونٹ وغیرہ جانوروں میں نہ کوئی کمیابی ہوتی ہے نہ ضرورت اور نہ ہی ان کی اصل حقیقت یا صفت میں تبدیلی۔ لیکن ایک سال گایوں کی قیمت بڑھ جاتی ہے تو دوسرے سال بھینسوں کی قیمت دگنی تگنی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح گھوڑے اور اونٹ کی قیمت بھی۔

جانوروں پر ہی انحصار کم ہے۔ بلکہ بعض اوقات غلہ جات میں بھی کوئی قریبی اور سطحی اسباب گرانی اور ارزانی کے نظر نہیں آتے۔ میرے خیال میں سطحی چھوڑ کوئی خاص سبب پیش نہیں کیا جا سکتا۔ گو ایک اقتصادی پروفیسر اپنے قاعدوں کی تکمیل کے لئے کوئی نہ کوئی سبب معین کر لے گا۔

تعلیم سے بڑھ کر آج دنیا میں کونسا ہنر قیمتی خیال کیا جاتا ہے جس کے حصول کے لئے ہزاروں روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔ لیکن ایک خاص گریجویٹ کی قیمت ایک باورچی اور ایک حجام سے بازاری نرخ میں کم ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا؟ یہی کہ مانگ سے زیادہ پیداوار۔ بخلاف باورچی اور حجام کے کہ ان کی مانگ بھی پوری نہیں ہو سکتی۔

نصف رات کو ایک مریضِ قولنج کے نزدیک جتنی قیمت کسٹرائل کی ہے اتنی

Marfat.com

قیمت تمام شفاخانہ کی اشیا کی نہیں اور اگر وہ اسے دستیاب نہ ہو تو تمام شفاخانہ اس کے لئے ایک پیسہ بھی قیمت نہیں رکھتا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسجد کی قیمت اور ضرورت غسل خانہ اور استنجا گاہ سے زیادہ ہے۔ کوئی ظاہری نظر پر کہے بھی تو کیا ان کے بغیر مسجد کے اندر داخل ہو سکتا ہے۔ یا کیا شہر کی نالیوں کی قیمت بازاروں سے کم ہے یا ہموار اور پست زمین کی قیمت بلند اور ناہموار پہاڑ سے کم۔ اگر ایک طرف ریل کے چھکڑوں میں پہاڑ کے بڑے بڑے پتھروں کو لا رہے ہیں تو دوسری طرف مٹی کے ذرے بھی انہی چھکڑوں کی سواری کرتے ہیں۔ جہاں کریل کی خاردار جھاڑی کام دیتی ہے وہاں آم کا درخت کہاں کام آتا ہے۔ دیار کی لکڑی بڑی قیمت رکھتی ہے لیکن اسے پکانے اور جلانے کے لئے کون عقلمند استعمال کر کے فائدہ اٹھائے گا۔

سو اسی طرح انسان بھی ہے۔ نہ کوئی بے فائدہ اور نہ کوئی سب سے زیادہ قیمتی۔ البتہ جس کی مانگ زیادہ اس کی قیمت زیادہ اور جس کی مانگ کم اور پیدائش زیادہ اس کی قیمت ارزاں۔ کیا منہ کی قیمت زیادہ ہے اور مقعد کی کم؟ بلکہ برابر اور مساوی۔ دونوں حیات کے لئے یکساں ضروری۔ جتنی جوہر دار، نیک طبیعت، خوبصورت، شریف انسانوں کی قیمت ہے اتنی ہی نکلے، بدطینت، بدصورت، شریر ہستیوں کی بھی دنیا کی آبادی کے لئے قیمت اور ضرورت۔ گو کہ زید اور بکر کو ان کی ضرورت نہ ہو اور ان کے نزدیک یہ ایک پائی بھی قیمت نہ پا سکیں۔ کیا تھیٹر میں کسی خاموش نیک طینت انسان کی بھی کوئی قیمت ہو سکتی ہے یا کسی بزرگ صاحب دل کے حلقہ میں کسی گوّیے نقال کے کچھ دام ٹھہر سکتے ہیں؟ کیا ایک ڈاکو کی غارتگری میں ایک جاہل اور ایک عالم کی قیمت کا فرق ہو سکتا ہے۔ کیا وہ چند روپے کے بدلے انسان کی

Marfat.com

کچھ قیمت جانتا ہے؟ کیا گذشتہ عالمگیر جنگ میں انسانی قیمت کا کچھ نرخ تھا یا اونٹ گھوڑے عزیز سمجھے جاتے تھے؟

کیا ہیرے اور سونے کے خواص سے مٹی، پانی اور ہوا کے خواص طبعی کم ہیں؟ ہیرا اور سونا خوبصورتی کے سوا کس کام کا۔ مٹی سے سب کچھ۔ پانی اور ہوا سے ہماری زندگی۔ پھر دس من مٹی کی قیمت ایک روپیہ بھی نہ ٹھہرے اور سونے کے ایک تولہ کے لئے پچیس روپے دیئے جاویں اور ہیرے کے لئے پدمنوں من مٹی دی جاوے تو بھی نہ ملے۔ آخر اس کی وجہ کیا؟

اس خالقِ حکیم نے مجھے، تجھے اور اسے سب کو ایک ترازو میں رکھ کر ترکیب دی۔ نہ کسی کی قیمت کم نہ کسی کی زیادہ۔ وہ عادل ہے اور انصاف پسند۔ تُو خود خواہ قیمتی بن خواہ ارزاں۔ تقدیر کے ترازو میں سب یکساں۔ تُو اپنی بے جوہری پر نالاں نہ ہو۔ اگر نالاں ہوتا ہے تو اپنی قسمت پر رو کہ تیری مانگ دنیا میں کیوں نہیں۔

Marfat.com

معذرت!

ہماری مولویت فرنگی لباس میں

فیشن کی بجلی نے ساری دنیا کو اپنے قبضہ میں کرلیا اور ہندوستان چھوڑ، کابل میں جا ڈیرا لگایا اور گھر گھر اس کے چرچے ہو گئے۔ شہریوں سے بڑھ کر دیہاتی اس دیوی کے پجاری ہو بیٹھے۔ لکھے پڑھے جب اس کی بغل گیری سے تنگ ہو گئے تو اَن پڑھوں نے اس کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ اب یہ دیوی ساندل بار، گوندل بار اور بارلک کی بغل میں دودھ پیتا بچہ ہو بیٹھی ہے اور گھر گھر لوگ اسے نہایت محبت اور پیار سے اٹھائے پھرتے ہیں۔

جو جفاکش زمیندار دن بھر ہل چلاتا تھا اور رات بھر مویشی چرانے میں رہتا تھا اور جس کی بیوی اُپلے تھاپ کر آگ جلاتی تھی اور اپنے محبوب خاوند کے سامنے پیلو کی چوکور لا کر اتراتی تھی اب وہ موٹر کی سواری میں بیٹھ کر اپنی دلفریبی دکھاتی اور ناز و انداز سے خاوند سے چھیڑ چھاڑ کرتی گزرتی ہے اور دور سے پارسی لیڈی معلوم ہوتی ہے۔

مولوی اپنی تنگ خیالی میں اتنے بدنام تھے جتنا شیطان اپنے مذموم افعال میں۔ لیکن فیشن کی بجلی نے ان میں بھی وسیع میدان دیکھا اور محو تماشا کر دیا۔ گو خود

Marfat.com

مولوی صاحب ابھی تک اپنی قدیمی روایات پر کار بند ہیں لیکن باقی تمام گھر اس دیوی کا پجاری۔ معلوم نہیں وحدت کا ترانہ کہاں گیا۔ اگلے زمانہ میں بت تراش کر پرستش کی جاتی تھی لیکن اب یہ دیوی نہایت نازک چال سے آ دھمکتی ہے اور گھڑی کے اندر تمام گھر کو اپنی مسحور کن نگاہوں سے کھا جاتی ہے۔ بیوی کو دیکھو، تو لڑکی پر نظر کرو تو اور صاحبزادہ پر توجہ کرو تو، سب کی پیشانی پر اس دیوی کی پرستاری کی شان موجود۔ یہ سب کچھ مولوی صاحب کی اجازت سے۔

افغانی لوگ یورپی فیشن سے اتنے دور تھے جتنے ہم سے چاند تارے یا جیسے چاہِ ظلمات دنیا سے۔ لیکن یہ رو دنیا میں اتنی تیز پھیلی کہ ایک گھڑی میں چپہ چپہ زمین کو گھیر لیا۔ ،

امیر عبدالرحمٰن کا مرنا تھا کہ اس دیوی نے افغانستان میں جا قدم جمائے اور امیر حبیب اللہ تک دھیمی چال چلتی رہی۔ لیکن غیور افغان شہر یار غازی امان اللہ خاں کا تخت کابل پر قدم رکھنا تھا کہ اس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ مگر یہ بہادر دیوی بڑی عقلمند ہے۔ اس کے کان میں اپنے باریک ہونٹوں سے کچھ ایسا جادو پھونک دیا کہ شہر یار کو دنیا کی سیاحت کا گرویدہ کر لیا اور برملا کہہ دیا کہ تجربہ کاری اور آ گہی کے لئے ہم دعوت عامہ دیتے ہیں اور اس کے سوا ہماری کوئی غرض نہیں۔

لیکن جوں ہی شہر یارِ کابل اور اس کی ملکہ ثریا جاہ کو یورپ کی ہوا ساحل کراچی پر دھیرے دھیرے لگی تو ملکہ ثریا جاہ کا دامن شہر یار نے اپنے دست خاص سے چہرہ سے سرکا دیا یا یوں کہو کہ اس فیشن کی دیوی نے حضرت ملکہ ثریا جاہ کی بے نقابی کا فخر حاصل کیا تا کہ ملکہ اس کے کارنامے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور اس دیوی کے

Marfat.com

پجاری بھی ملکہ ثریا جاہ جیسے پاک چہرے کی زیارت کر کے اپنی معبودہ کے شکر گزار ہوں، کہ دنیا بھر کے مسافر تختۂ جہاز پر برادرانہ سلوک سے چلتے ہیں۔

غرض سال بھر کی صحبت سے حضرت شہریار اور ملکہ ثریا جاہ کے دل میں اس دیوی کا اتنا رسوخ بڑھ گیا کہ اب اس کے سوا کسی کا چہرہ دیکھنا بھی برا معلوم ہونے لگا اور حکم دے دیا کہ سب کچھ افغانستان کے اندر اسی کی زیر قیادت ملکی و مذہبی روش اختیار کی جائے۔ علماء کی جبہ کشی کی جگہ کوٹ پتلون کو دی گئی اور دیہاتی مَلکوں کی پگڑیاں اتار، ہیٹ کے تاج رکھائے گئے۔ زنانہ لباس ''گاؤن'' تجویز ہوا۔ برقعہ اور نقاب کے پرخچے اڑائے گئے کہ ستر داری کی قدیم رسم ہماری جہالت کی ذمہ دار ہے۔ نوجوان بچوں اور بچیوں کو یورپ روانہ کیا گیا کہ فیشن کی تمام تجربہ کاری حاصل کر کے اقوام عالم میں امتیازی درجہ حاصل کریں اور وہ کر دکھائیں جو لندن اور پیرس میں بھی نہ ہوتا ہو۔

کئی بار ہندوستانی رہنماؤں نے اس کی بغل گیری سے تنگ آ کر اس کے جلانے اور چتا چڑھانے کا ارادہ کیا۔ بیک وقت اس کو کئی جگہ سے آگ لگا دی گئی اور اس کی خاک سیاہ کے ڈھیر کر دیئے گئے لیکن اس کو ستی کرنے والے بہادر جب گھر پہنچے تو پہلے سے بھی زیادہ بن ٹھن کر یہ ان کے گھر میں موجود تھی۔ مگر ہے عقل مند۔ کہیں بیوی کی آڑ میں، کہیں بچے اور بچی کے ہاتھ سے۔ اور گاہ نوجوان بیٹے کی حمایت سے جان بخشی کرالی اور پھر دو چار دن کے اندر اپنے پرانے ناز نخرے میں آ کر میاں کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا۔

ایسی صورت میں اگر ہماری مولویت فرنگیانہ فیشن ایبل لباس میں احباب

Marfat.com

کے سامنے آ جائے تو کیا مضائقہ اور کیا تعجب۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ مولوی لوگ اس کی مستانہ ادا سے گھبراتے ہیں کہ یہ چلبلی صورت مغربی لباس اور ناز و انداز میں کہیں وبال جان ہی نہ ہو نکلے۔ اور فیشن پسند احباب اس کی ادا دیکھ کر اس کی البیلی صورت پر بڑھتے تو ہیں لیکن اس تراشیدہ بال سلیپر پوش اور برہنہ بازو مورت کے قریب آتے ہیں تو بدک کر بھاگ جاتے ہیں کہ الٰہی! ہم کیا سمجھے تھے۔ یہ تو وہی پرانی کھوسٹ مولویت ہے کہ فرنگیانہ لباس میں پھر بغل گیر ہوا چاہتی ہے۔ جسے ہم اور ہمارے باپ دادا طلاقِ بائن دے چکے تھے۔ اس کی یہ صورت کس نے بنائی اور اس نے کیوں کر بہروپ بدل لیا۔

ہماری مولویت نے جنم تو ایک خالص اسلامی درسگاہ میں لیا تھا۔ جس میں اچھی خاصی تصوف کی تہذیب تھی۔ لیکن جوان ہوئی تو افرنجی یونیورسٹی کے لقمے کھا کر۔ عروس نو بہار کا جوبن آیا تو فرنگی تہذیب کے ناچ گھروں (کالجوں) میں عقد ملازمت میں جا پھنسی۔ پھر کیا تھا دن دگنے رات چوگنے اس کے ناز نخرے بڑھنے لگے۔ ناچ گھر کو مذہب سے کیا تعلق۔ جو آئے خوشی سے آئے۔ وہابی اور شیعہ چھوڑ، دہری اور فرنگی کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب۔ برادری کا تعلق اتنا وسیع کہ سب کے سب ایک میز پر۔ چھوت چھات کے مسئلہ سے صاف انکار۔ مشرک نہیں بلکہ برادری کا ایک رکن رکین۔

اس حالت میں ہماری مولویت پر جو رنگ آیا وہ آپ خود سوچ لیں۔ ہاں اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ پھر بھی ہماری مولویت نماز گزار رہی خواہ فلسفۂ دہریت اور تہذیب فرنگیانہ کی کتنی ہی خوگر ہوگئی اور کتنی ہی اس کی ہوا خواہ بن کر اس کے قدم بقدم چلنے لگی۔

Marfat.com

لیکن ہماری مولویت بھی انوکھی ہے۔ اس کی کسی ایک پر نظر نہیں۔ آناً فاناً اس کے خیال بدلتے رہتے ہیں اور زیر لب کچھ گن گناتی ہے تو یہی کہ۔

ز شرر ستارہ جویم زستارہ آفتابے[1]

اس لئے اپنی پرانی رفیقۂ مہربان فرنجی تہذیب اور فیشنی دیوی سے بلا سبب جدا ہو بیٹھی اور ناچ گھر کو چھوڑ کر، شیرانوالا دروازہ کے ایک خلافتی رکن رکین مولوی سے عقیدت باندھ کر سیاست اور خلافت کے سبق لینے لگی اور از سر نو مسلمان ہو کر خلافتی جھنڈا لئے در بدر توحید کے ترانے سناتی رہی۔ اتنے گھن چکروں کے بعد بھی ہماری مولویت کو اطمینان نصیب نہ ہوا تو پھر تلاش یار میں سالوں آوارہ رہی۔ آخر کار پھر تصوف کی مسند کے ایک شیر سے اس کی آنکھ لڑ گئی۔ خلافتی جبہ اتار کر پھینک دیا۔ اس کے بدلے خرقۂ مسکنت کی چادر اوڑھ لی اور ترانۂ توحید کی جگہ کلمۂ توحید سے لذت لینے لگی۔ مقولہ مشہور ہے ''کُلُّ شَیْءٍ یَرجِعُ اِلیٰ اَصلِہٖ''[2] ہماری مولویت پھر اپنے پہلے ٹھکانے آ لگی۔ مثل مشہور ہے کہ دن کا بھولا رات کو گھر آ جائے تو بھولا نہیں۔ سو شکر ہے کہ ہماری مولویت پھر اپنے گھر آ گئی۔ لیکن احباب سے اتنا کہتے ہیں کہ اس کو نشانۂ ملامت نہ بنائیں کیونکہ اس کے خون میں ہزاروں رنگ قدرت نے بھر دیئے اور لاکھوں خیال اس کے اندر جما دیئے۔ اس کی دلآویز صورت پر فتویٰ نہ دے بیٹھیں اور نہ اس کے اخلاق پر جرح وقدح کرا ٹھیں۔

بازاروں میں کئی بار سنا ہے کہ ایک پیسہ میں بیسیوں مزے۔ سو ہماری مولویت میں بھی سینکڑوں مزے اور ہزاروں لطف۔ لیکن جو بھی چکھو وہ چبا کر کھاؤ

۱۔ شعلہ سے ہم ستارہ تلاش کرتے ہیں اور ستارہ سے آفتاب۔

۲۔ ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

Marfat.com

تا کہ اس کی لذت چوٹی سے جا نکلے اور سرور دل میں جا بیٹھے۔

ناظرین سے التجا ہے کہ خدارا ہماری مولویت کی صورت و سیرت سے نہ ڈریں اور نہایت ہوشیاری سے اس کا کیا کرایا دیکھیں کہ در حقیقت یہ ہے کیا۔ زاں بعد اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں۔

وما توفیقی الا باللّٰہ

Marfat.com

Marfat.com

قرآنی حقائق کو اپنانے کا نام تصوف ہے

دل و دماغ کو روشن کرنے والی کتابیں

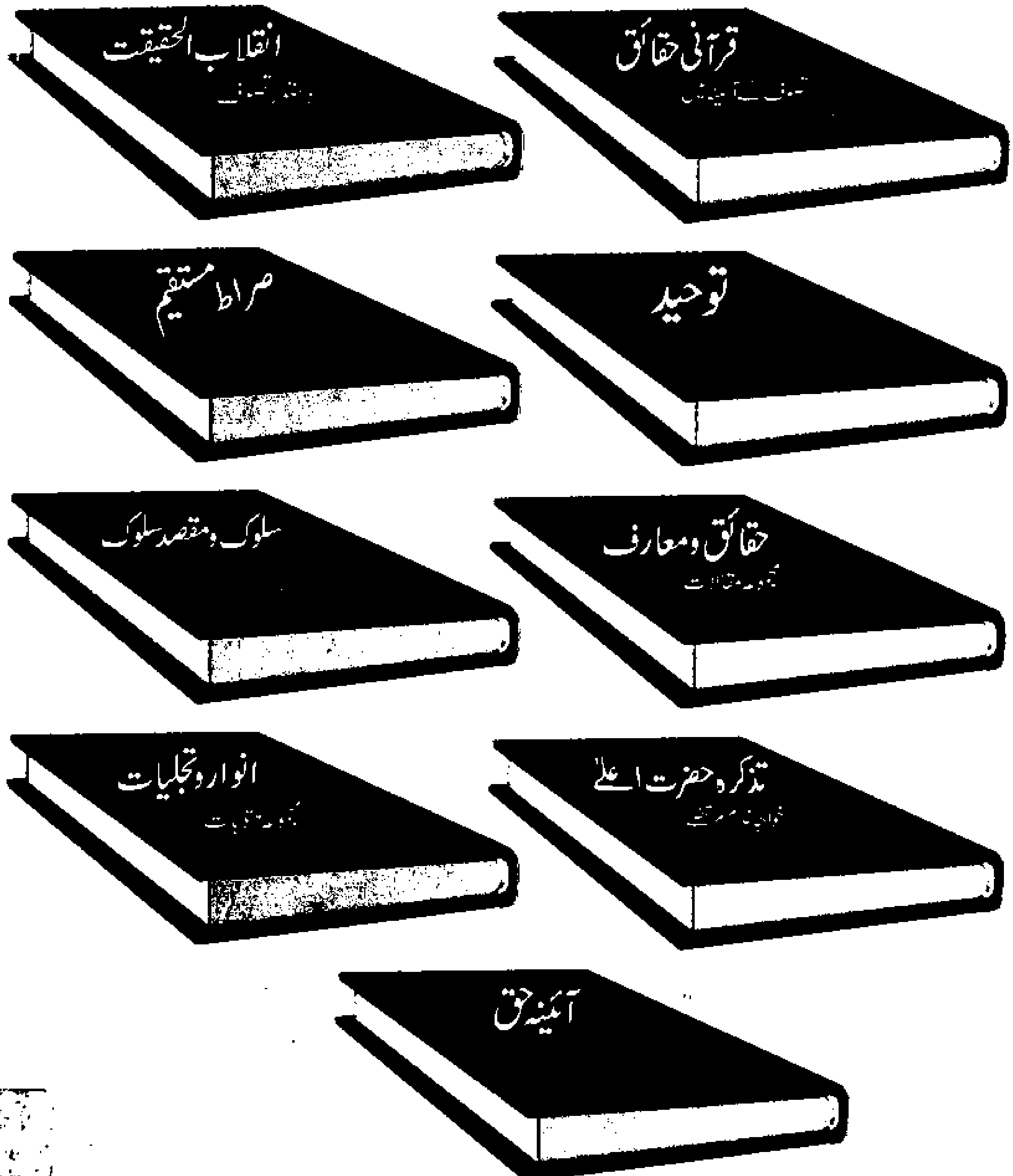

ادارۂ تصوّف بیربل شریف (ضلع سرگودھا)

Marfat.com